21

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلسل اشاعت کا 34 واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

6 تا 12 ذوالحجہ 1446ھ / 3 تا 9 جون 2025ء

اس شمارے میں

حقیقی یومِ تکبیر

پاکستان کو حقیقی معنوں میں
بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ بنانے کی ضرورت

عیدِ قربان اور اُسوۂ ابراہیمیؑ

یومِ تکبیر: اہداف اور مقاصد

مغلوبِ گماں تو ہے

نصب العین کا ہدف: شخصیت یا نظریہ

قربانی کا اصل فلسفہ اور پیغام

فلسفہ قربانی میں بات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کی قربانی سے شروع ہوتی ہے۔ وہ بیٹا جو انھیں پیرانہ سالی میں ملا تھا، عمر کے اُس حصہ میں جب انسان اولاد کا تصور نہیں کرتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑی خواہش کے بعد بیٹے کی نعمت سے سرفراز ہوتے ہیں لیکن حکم ہوتا ہے تو اسی بیٹے کی قربانی کے لیے نکل کھڑے ہوتے ہیں، اور جب اُس کی گردن پر چھری رکھتے ہیں تو وہ گویا تمام محبتوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت واطاعت اور اُس کے احکامات کو بجالانے پر قربان کردیتے ہیں۔ یہ حج اور قربانی کا اصل فلسفہ اور پیغام ہے۔ ہماری زندگی جس ڈگر پر گزرتی ہے، جن جن میدانوں میں جولانیاں دکھاتی، اور جس مورچے اور محاذ پر اپنے آپ کو منواتی ہے، یہ زندگی اللہ رب العالمین کی اطاعت اور اس کے حکم کی بجاآوری میں صرف ہونی چاہیے اور اس راہ میں کسی بھی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ خواہشات، تمناؤں اور آرزوؤں، اور کل سے بہتر آج اور آج سے بہتر کل کے جذبے کی قربانی کے لیے ہردم تیار رہنا چاہیے۔ حج اور قربانی کا یہ فلسفہ ہر لمحے ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ زندگی اس ڈگر پر گزرے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بتائی ہے۔ یہ فلسفہ اگر جذب وانجذاب کے مراحل سے گزرے، دل ودماغ کے اندر سرایت کرے اور رگ وریشے کے اندر خون کی طرح دوڑے تو پھر وہ انسان اور وہ اجتماعیت وجود میں آتی ہے جو معاشرے کے اندر بڑی سے بڑی شے کو مسخر کرنے کی صلاحیت کی حامل ہوتی ہے۔

سید منور حسن
سابق امیر جماعت اسلامی

مسجدِ اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!

رُسل ؑ کی اپنی قوموں کو تبلیغ اور اُن کو جھٹلانے کے باعث قوموں کی ہلاکت

سُورۃُ العَنکبُوت — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیات: 36 تا 38

وَ اِلٰی مَدۡیَنَ اَخَاہُمۡ شُعَیۡبًا ۙ فَقَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ ارۡجُوا الۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَ لَا تَعۡثَوۡا فِی الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِیۡنَ ﴿۳۶﴾
فَکَذَّبُوۡہُ فَاَخَذَتۡہُمُ الرَّجۡفَۃُ فَاَصۡبَحُوۡا فِیۡ دَارِہِمۡ جٰثِمِیۡنَ ﴿۫۳۷﴾ وَ عَادًا وَّ ثَمُوۡدَاۡ وَ قَدۡ تَّبَیَّنَ لَکُمۡ
مِّنۡ مَّسٰکِنِہِمۡ ۟ وَ زَیَّنَ لَہُمُ الشَّیۡطٰنُ اَعۡمَالَہُمۡ فَصَدَّہُمۡ عَنِ السَّبِیۡلِ وَ کَانُوۡا مُسۡتَبۡصِرِیۡنَ ﴿ۙ۳۸﴾

آیت ۳۶: ﴿وَاِلٰی مَدۡیَنَ اَخَاہُمۡ شُعَیۡبًا ۙ﴾ ’’اور مدین کی طرف بھیجا ہم نے اُن کے بھائی شعیبؑ کو‘‘

﴿فَقَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَارۡجُوا الۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ﴾ ’’تو اُس نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو اور آخرت کے دن کی امید رکھو‘‘

﴿وَلَا تَعۡثَوۡا فِی الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِیۡنَ ﴿۳۶﴾﴾ ’’اور زمین میں فساد مت مچاتے پھرو۔‘‘

آیت ۳۷: ﴿فَکَذَّبُوۡہُ فَاَخَذَتۡہُمُ الرَّجۡفَۃُ فَاَصۡبَحُوۡا فِیۡ دَارِہِمۡ جٰثِمِیۡنَ ﴿۳۷﴾﴾ ’’تو انہوں نے اسے جھٹلا دیا‘ چنانچہ انہیں آپکڑا زلزلے نے‘ تو وہ رہ گئے اپنے گھروں کے اندر اوندھے گرے ہوئے۔‘‘

آیت ۳۸: ﴿وَعَادًا وَّ ثَمُوۡدَاۡ وَقَدۡ تَّبَیَّنَ لَکُمۡ مِّنۡ مَّسٰکِنِہِمۡ ۟﴾ ’’اور عاد اور ثمود (کو بھی ہم نے ہلاک کیا) اور تم پر واضح ہو چکے ہیں ان کے مساکن۔‘‘

تمہیں سب معلوم ہے کہ یہ قومیں کس کس علاقے میں کہاں کہاں آباد تھیں۔

﴿وَزَیَّنَ لَہُمُ الشَّیۡطٰنُ اَعۡمَالَہُمۡ﴾ ’’اور شیطان نے مزین کر دیئے تھے ان کے لیے ان کے (بُرے) اعمال‘‘

﴿فَصَدَّہُمۡ عَنِ السَّبِیۡلِ وَکَانُوۡا مُسۡتَبۡصِرِیۡنَ ﴿۳۸﴾﴾ ’’اور اس (شیطان) نے روک دیا تھا انہیں سیدھے راستے سے‘ حالانکہ وہ بہت سمجھ بوجھ والے تھے۔‘‘

مطلب یہ کہ وہ لوگ بڑے باریک بین تھے‘ ہر چیز کا مشاہدہ بڑی احتیاط سے کرتے تھے‘ بڑے ہوشیار اور دانشور قسم کے لوگ تھے‘ مگر اس کے باوجود انہیں راہِ راست سجھائی نہیں دیتی تھی!

درس حدیث

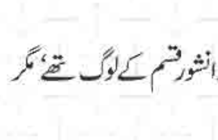

وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنا

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((مَنۡ وَجَدَ سَعَۃً فَلَمۡ یُضَحِّ فَلَا یَقۡرَبَنَّ مُصَلَّانَا)) (مسند احمد و ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس شخص کے پاس گنجائش ہو اور وہ پھر بھی قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔‘‘

تشریح: قربانی مسلمانوں کی اجتماعیت کا مظہر ہے اور اس سے آپس کے تعلقات بہتر ہوتے ہیں۔ قربانی کی طاقت کے باوجود قربانی نہ کرنے والا مسلمانوں کی خوشیوں میں شریک ہونے کا حق نہیں رکھتا۔ تاہم اس کا یہ مطلب نہیں کہ اُسے نمازِ عید پڑھنے کی ضرورت نہیں بلکہ مقصداً اُسے تنبیہ کرنا ہے تاکہ وہ قربانی ترک نہ کرے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
6 تا 12 ذوالحجہ 1446ھ جلد 34
3 تا 9 جون 2025ء شمارہ 21
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: رضاء الحق
مجلس ادارت: فرید اللہ مروت • محمد رفیق چودھری • وسیم احمد باجوہ • خالد نجیب خان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک.......800 روپے
بیرونِ پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
رضاء الحق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حقیقی یومِ تکبیر!

ہر قوم کے کچھ فیصلے تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں، جو نہ صرف اُس وقت کے حالات کا جواب ہوتے ہیں بلکہ آنے والی نسلوں کے تحفظ کی ضمانت بھی۔ ایسا ہی ایک دن 28 مئی 1998ء کا بھی تھا، جو 11 اور 13 مئی 1998ء کو بھارت کی جانب سے کیے گئے پوکھران- دوم ایٹمی تجربات کا جواب تو تھا ہی مگر پاکستان کے لیے دفاعی لحاظ سے اس سے کہیں زیادہ مؤثر اور بامعنی حیثیت کا حامل تھا۔ یومِ تکبیر، پاکستان کی تاریخ کا ایک اہم دن ہے جب بھارت کی جانب سے 5 ایٹمی دھماکوں کے جواب میں پاکستان نے صوبہ بلوچستان کے ضلع چاغی میں 5 یورینیم سے بنے جوہری ہتھیاروں کا زیرِ زمین تجربہ کیا اور پھر صرف 2 دن بعد 30 مئی 1998ء کو صوبہ بلوچستان میں ہی واقع صحرائے خاران میں پلوٹونیم سے بنے ایک جوہری ہتھیار کا کامیاب تجربہ کر کے دنیا کو ششدر کر دیا۔ اس دن کو ''یومِ تکبیر'' کے نام سے موسوم کیا جانا ہی انتہائی معنی خیز تھا اور یوں پاکستان باقاعدہ طور پر جوہری صلاحیت کا حامل دنیا کا واحد مسلم ملک بن گیا۔ دنیا اس معجزہ نما پیش رفت پر انگشت بدنداں تھی کہ ایک ترقی پذیر، سیاسی اور معاشی بدحالی کے شکار مسلم ملک نے تمام تر عالمی دباؤ، معاشی پابندیوں اور دھمکیوں کے باوجود خودداری، غیرت اور جرأت کا مظاہرہ کیسے کر لیا۔ 13 اور 28 مئی کے دوران پاکستان پر عالمی طاغوتی قوتوں کا بے پناہ دباؤ تھا کہ پاکستان معاملے کو رفع دفع کر دے اور ایٹمی دھماکے نہ کرے۔ حکومت اور دیگر ریاستی اداروں کے اعلیٰ عہدیداران کو امریکی صدر بل کلنٹن، برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر اور جاپانی وزیراعظم ہاشی موٹو کے بیسیوں فون آئے۔ پاکستان کو دولت سے مالا مال کر دینے کے وعدے بھی کیے گئے اور یہ وعید بھی سنائی گئی کہ اگر پاکستان ایٹمی دھماکے کرتا ہے تو اس پر سخت ترین سیاسی و معاشی پابندیاں لگائی جائیں گی۔ طاغوتی قوتوں کے شدید دباؤ کے باوجود ایک جرأت مندانہ فیصلہ کیا گیا اور پاکستان نے بھارت کے ایٹمی تجربات کے جواب میں اپنی ایٹمی صلاحیت کا بھرپور مظاہرہ کیا جس سے نہ صرف بھارت بلکہ امریکہ اور اسرائیل سمیت تمام طاغوتی قوتوں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔

امتِ مسلمہ نے پاکستان کے باضابطہ ایٹمی طاقت بن جانے پر اللہ کا شکر ادا کیا، عرب ممالک میں مٹھائیاں بانٹیں گئیں۔ اس مشکل وقت میں کئی مسلم ممالک نے ہماری مدد بھی کی اور پاکستان کی معیشت اللہ کے فضل و کرم سے ڈوبنے سے بچ گئی۔ لہٰذا ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ پاکستان کا ایٹمی قوت بن جانا نہ صرف ہماری قومی سلامتی اور خود مختاری کی ضمانت ہے بلکہ یہ مسلم دنیا کی بھی امانت ہے۔ بہرحال وہ بھارت جو 11 اور 13 مئی 1998ء کے ایٹمی تجربات کے بعد پاکستان پر جنگ مسلط کر کے اُسے فتح کرنے کی باتیں کر رہا تھا، یکدم جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ بی جے پی سے تعلق رکھنے والے بھارتی وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی نے پاکستان کی اعلیٰ سول و عسکری قیادت کو باقاعدہ پیغام بھیجا کہ بھارت تمام معاملات مذاکرات کے ذریعے حل کرنے کو تیار ہے۔ اگرچہ ہندو کی مسلم دشمنی کی تاریخ بہت پرانی ہے لیکن اس خاص واقعہ کے تناظر میں درحقیقت معاملے کا آغاز بھارتی فوج نے 1986ء میں آپریشن ''براس ٹیکس'' کے ذریعے کر دیا تھا جب ہندوستان کی مسلح افواج نے پاکستان کی سرحد سے متصل ریاست راجستھان میں جدید ترین اسلحہ سے لیس ہو کر کثیر الجہتی فوجی مشقیں شروع کیں اور 600,000 سے زائد ہندوستانی فوجیوں کو پاکستان کی سرحد کے قریب جمع کر دیا گیا، جو فوجی مشق کی آڑ میں پاکستان پر حملہ کرنے کا ناپاک بھارتی منصوبہ تھا۔ اس سے قبل 18 مئی 1974ء کو بھارت راجستھان میں پوکھران کے مقام پر ہی ''مسکراتا بدھا'' (The Smiling Buddha) کے نام سے ایٹمی دھماکے کر چکا تھا۔ جواب میں پاکستان نے بھی ایٹمی ہتھیاروں کے پھیلاؤ پر پابندی والے معاہدے این پی ٹی Nuclear Non-ProliferationTreaty (NPT) پر

دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ پاکستان جان چکا تھا کہ طاقت کے توازن کو کسی حد تک برقرار رکھنے اور اپنی جغرافیائی سلامتی کے لیے ایٹمی صلاحیت حاصل کر کے ایٹم بم بنانا اب ناگزیر ہو چکا ہے۔

پاکستان کی ایٹمی ٹیکنالوجی میں اہم پیش رفت جولائی 1976ء میں ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی وطن آمد کے بعد ہوئی۔ ہمیں انتہائی حیرت اور افسوس ہوا کہ 2025ء میں یوم تکبیر کے موقع پر حکومتی اور ریاستی اداروں کی جانب سے دیے گئے کسی اشتہار میں محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی تصویر تو کجا، نام تک نہ دیا گیا۔ نہ جانے حکم کہاں سے آیا تھا! بہرحال، ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت میں ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے زیرِ قیادت کام کا آغاز ہوا۔ ابتدائی چند سالوں میں پاکستان کو بے پناہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ پاکستان کے لیے جرمنی، فرانس اور کینیڈا کی بلیک مارکیٹس سے جوہری ٹیکنالوجی سے متعلقہ حساس ترین آلات خریدنا اور ان کو پاکستان منتقل کرنا اہم ترین مسئلہ تھا۔ خاص طور پر امریکہ نے قانون سازی اور دیگر ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے پاکستان کو خوب ڈرایا دھمکایا اور نہ صرف پاکستان بلکہ فرانس، جرمنی اور کینیڈا پر بھی پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی پیش رفت میں سہولت کاری کرنے پر پابندیاں عائد کر دیں۔ پاکستان کے سابق سفارت کار جمشید مارکر نے اپنی کتاب ''خاموش سفارت کاری: پاکستانی سفیر کی یادداشتیں'' میں انکشاف کیا ہے کہ یورینیم افزودگی کا معیار پرکھنے والا آلہ سپیکٹرومیٹر اور ٹریٹیم ٹیکنالوجی سمیت اور بہت سے حساس آلات امریکی پابندیوں کے باوجود جرمنی نے پاکستان کو فروخت کیے۔ علاوہ ازیں امریکی کانگریس نے امریکی صدر کو اس بات کا پابند بنا دیا کہ وہ پاکستان کو فوجی امداد جاری کرنے کے لیے ہر سال کانگرس میں ایک سرٹیفکیٹ جمع کروائیں گے جس میں یہ درج ہوگا کہ پاکستان ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے کے حوالے سے کوئی پیش رفت نہیں کر رہا۔ اکثر تجزیہ نگاروں کے نزدیک ذوالفقار علی بھٹو کا انجام بھی امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر کی دھمکی کے باوجود یہ جرأت کرنے پر ہوا۔ واللہ اعلم! البتہ اسی دوران قدرت پاکستان پر مہربان ہوئی اور دسمبر 1979ء میں سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کی حماقت کر ڈالی۔ پھر کیا تھا... افغان جہاد میں سوویت یونین کو شکست دینے کے لیے پاکستان امریکہ کے لیے ناگزیر حیثیت اختیار کر گیا۔ پاکستان ہی مجاہدین کا وہ بیس کیمپ تھا جہاں سے افغان سرزمین پر قابض سوویت فوج کے خلاف جہاد جاری تھا۔ افغان جہاد ہمارا اس تحریر کا موضوع نہیں البتہ یہ بات اپنی جگہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ دسمبر 1979ء سے 1989ء کے دوران پاکستان دنیا بھر کی بلیک مارکیٹوں سے ایٹمی ہتھیار بنانے کے لیے درکار پرزے حاصل کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ کی نصرت اس طرح بھی ہمارے شامل حال رہی کہ امریکی صدر ہر سال کانگرس میں ایک جھوٹا سرٹیفکیٹ جمع کرواتا کہ پاکستان ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے کے حوالے سے کوئی پیش رفت نہیں کر رہا، لہٰذا اُس کی فوجی امداد کو جاری رکھا جائے۔ گویا امریکہ جانتے بوجھتے کہ پاکستان ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے سے قریب تر ہو رہا ہے، اُس کے ایٹمی سائنس دانوں اور اس پراجیکٹ سے وابستہ ہر فرد اور شعبہ کی جاں فشاں محنت سے یورینیم اور پلوٹونیم کی افزودگی اور ایٹم بم بنانے کے مختلف مراحل کو تیزی سے طے کر رہا ہے، نظریں چرانے پر مجبور رہا۔ نہ صرف یہ بلکہ بھارت کو پاکستان کے خلاف کسی تخریبی کارروائی سے بھی روکے رکھا۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان مرحوم کے زیرِ قیادت ذوالفقار علی بھٹو کے دور سے شروع کیے گئے ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے اور ایٹم بم بنانے کے اس پراجیکٹ پر پاکستان کے کسی حکمران نے ذرا برابر سمجھوتہ نہیں کیا۔ حالات و واقعات کی یہ تدریج یقیناً ایک معجزہ تھی۔ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص نصرت نہ کہا جائے تو اور کیا کہیں؟ لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یوم تکبیر محض اسی تک محدود ہے کہ ہم بھارت کی جانب سے کسی ایٹمی حملے سے محفوظ ہو جائیں؟ اگرچہ ایٹمی طاقت بننے سے دشمن پر ہماری دھاک بیٹھ گئی جس کا مظاہرہ حالیہ پاک بھارت جھڑپوں اور آپریشن ''بُنۡیَانٌ مَّرۡصُوۡصٌ'' میں بھی دیکھنے میں آیا۔ لیکن تکبیر رب کے تقاضے اس سے بڑھ کر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دینی اصطلاحات کا اطلاق محض کسی سیاسی یا عسکری ہدف کو حاصل کرنے سے آگے بڑھ کر نظریاتی اور عملی سطح پر ایمان، تقویٰ، جہاد اور ملک کے انفرادی و اجتماعی نظام یعنی زندگی کے ہر گوشے پر بدرجہ اتم ہوتا ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ دشمن سے مقابلے کے وقت تو تکبیر کا نعرہ لگایا جائے لیکن مملکت کا حال یہ ہو کہ خلافِ قرآن و سنت قوانین بنائے جا رہے ہوں اور معیشت کی بنیاد سود پر رکھ کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ بھی جاری ہو۔ یہ تکبیر رب کیسے ہو سکتی ہے۔ بقول اقبال ؎

رہ گئی رسمِ اذاں، روحِ بلالیؓ نہ رہی
فلسفہ رہ گیا، تلقینِ غزالیؒ نہ رہی

اہلِ ایمان کے لیے تو اللہ کی بڑائی یعنی اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کا نفاذ انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں میں کرنا لازمی ہے۔ یہی 28 مئی 1998ء کے بعد بھی ہونا چاہیے تھا کہ ہم یوم تکبیر کے عملی تقاضوں کو پورا کرتے۔ قرآن پاک کی سورۃ المدثر، آیت نمبر 3 میں فرمایا: ''اور اپنے رب کو بڑا کرو!'' غور کیجیے! رب کو بڑا کرنے کا کیا مطلب ہے؟ وہ تو اپنی ذات میں خود ہی سب سے بڑا ہے۔ ہم انسان اس کو بھلا کیا بڑا کریں گے؟ اس کا مطلب دراصل یہ ہے کہ اس زمین میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی عملاً تسلیم نہیں کی جا رہی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو محدود اختیار عطا فرمایا تھا، اس کے بل پر اس نے اسی کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ دنیا میں ہر جگہ ظلم اور فساد کا بازار گرم ہو گیا ہے۔ چنانچہ اب جو کوئی بھی اللہ کو اپنا الٰہ اور اپنا رب مانتا ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پارٹی حزب اللہ کا ممبر اور اس کی فوج کا سپاہی بن کر لوگوں سے اس کی بڑائی کو منوانے اور اس کی کبریائی کو عملی طور پر دنیا میں نافذ کرنے کی جدوجہد میں اپنا تن، من اور دھن کھپا دے' تاکہ اللہ کی بات سب سے اونچی ہو۔ یہ ہے ''تکبیر رب'' یا رب کو بڑا کرنے کے مفہوم کا خلاصہ'' (حوالہ: بیان القرآن، تفسیر سورۃ المدثر آیت: 3) لیکن صد افسوس کہ ہم اللہ کی تکبیر کا نعرہ تو بڑا اونچا اور زور سے لگاتے ہیں لیکن عملی طور پر اس مملکت خداداد جسے اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اُس میں باطل کا نظام قائم و نافذ ہے۔ ملک میں کھلم کھلا قرآن و سنت کے خلاف قانون سازی ہو رہی ہے اور ہمارے ماتھے پر شکن تک نہیں آتی۔ یہ اللہ کی بڑائی کا کیسا دعویٰ ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کی بقاء اور سلامتی بھی نظریۂ پاکستان، جو درحقیقت نظریۂ اسلام ہی ہے، کی عملی تعبیر میں مضمر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں اور مقتدر طبقات کو یوم تکبیر کا مفہوم ٹھیک ٹھیک سمجھ کر ملکِ عزیز میں اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کو مکمل طور پر قائم و نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

پاکستان کو حقیقی معنوں میں بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ بنانے کی ضرورت

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 23 مئی 2025ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوتِ آیاتِ قرآنی کے بعد!

مملکتِ خداداد پاکستان کے دفاع کے لیے بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ کے عنوان سے آپریشن کیا گیا، اللہ تعالیٰ نے مدد کی اور قوم نے بھی یکجہتی اور اتحاد کا مظاہرہ کیا۔ الحمدللہ۔ قرآن مجید کی وہ آیت جہاں بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ کے الفاظ ہیں اُس میں مومنین سے خطاب ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ﴿۴﴾﴾ ”اللہ کو تو محبوب ہیں وہ بندے جو اُس کی راہ میں صفیں باندھ کر قتال کرتے ہیں' جیسے کہ وہ سیسہ پلائی دیوار ہوں۔“

قتال کا اصل مقصد اللہ کی رضا اور اُس کے دین کی سربلندی ہوتا ہے اور اس کے لیے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بننے کا تقاضا ہے۔ مملکتِ خداداد پاکستان کو اسی مقصد کے لیے حاصل کیا گیا تھا کہ یہاں اللہ کے دین کی سربلندی پر مبنی نظام قائم کیا جائے گا۔ اس کے دفاع کے لیے بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ کے نام سے آپریشن کا کیا جانا خوش آئند ہے لیکن اس سے آگے بڑھ کر پاکستان کو بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ بنانا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ یہ تو اللہ کا فضل ہوا کہ آپریشن بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ کامیاب ہوا، آج افواج کے لوگ بھی کہہ رہے ہیں کہ اللہ نے پاکستان کو بچایا ہے۔ ایسی صورت میں ہم پر لازم ہے کہ اللہ کی طرف رجوع کریں، اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں پر اللہ سے معافی مانگیں اور آئندہ کے لیے سچی توبہ کریں۔

توبہ و استغفار کے الفاظ ہمیشہ ایک ساتھ آتے ہیں۔ استغفار کے معنی ہیں: سابق گناہوں کی معافی مانگنا اور توبہ پلٹنے کا نام ہے۔ یعنی سرکشی اور گناہ کے راستے کو چھوڑ کر اللہ کی فرمانبرداری کی طرف پلٹنا۔ آئندہ کے لیے، سرکشی اور گناہوں سے پرہیز کرنا۔ اللہ کے پیغمبروں کی دعوت کے بنیادی نکات میں توبہ و استغفار بھی ہے۔ جیسے سورۃ ہود میں فرمایا:

﴿وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ﴾ ”اور یہ کہ اپنے رب سے استغفار کرو، پھر اُس کی جناب میں توبہ کرو، وہ تمہیں (دُنیوی زندگی میں) مال و متاع دے گا بہت اچھا ایک وقتِ معیّن تک اور ہر صاحب فضل کو اُس کے حصے کا فضل عطا کرے گا۔“ (آیت:3)

اللہ کے آخری رسول ﷺ نے اُمت کو جو دعائیں تعلیم فرمائی ہیں ان میں بھی اکثر توبہ و استغفار کے کلمات ایک ساتھ آتے ہیں۔ جیسا کہ:

((اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ)) ”میں اللہ سے اپنے تمام گناہوں کی بخشش مانگتا ہوں جو میرا رب ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔“

((اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ)) ”میں اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ زندہ ہے، قائم رکھنے والا ہے اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔“

مرتب: ابو ابراھیم

یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ استغفار صرف گناہوں پر ہی نہیں بلکہ عام حالات میں بھی کرنا چاہیے۔ یہاں تک کہ ہر فرض نماز کے بعد بھی اللہ کے رسول ﷺ کی زبان مبارک پر یہ کلمات جاری رہتے تھے :((اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ))

آپ ﷺ سے بڑھ کر کون متقی ہوگا اور آپ ﷺ کی نماز سے بڑھ کر کس کی نماز عمدہ ہوگی لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ ہر نماز کے بعد یہ کلمات ادا فرماتے جن کا مقصد اللہ کے سامنے عاجزی کا اظہار کرنا تھا کہ میں تیرا حکم بجالایا لیکن اس میں کوئی کمی کوتاہی رہ گئی ہو تو مجھے معاف فرمانا۔ اگر حضور ﷺ اس قدر عاجزی کے ساتھ استغفار کر رہے ہیں تو اُمت کو کس قدر استغفار کی ضرورت ہوگی؟

اس متواتر سنت کا ایک مقصد اُمت کو تعلیم دینا بھی تھا لیکن آج اُمت اس تعلیم کو بھول چکی ہے۔ لہٰذا آج اُمت جن مصائب اور آلام کی شکار ہے اُن کی بنیادی وجہ ہمارے انفرادی اور اجتماعی اعمال بھی ہیں۔ سورۃ الشوریٰ میں فرمایا:

﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾﴾ ”اور تم پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ درحقیقت تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی (اعمال) کے سبب آتی ہے اور (تمہاری خطاؤں میں سے) اکثر کو تو وہ معاف بھی کرتا رہتا ہے۔“

سورۃ الروم میں فرمایا:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾﴾ ”بحر و بر میں فساد رونما چکا ہے' لوگوں کے اعمال کے سبب' تاکہ وہ انہیں مزہ چکھائے ان کے بعض اعمال کا' تاکہ وہ لوٹ آئیں۔“

آج اگر ہم انفرادی اور اجتماعی سطح پر ان تمام مسائل اور مصائب سے نکلنا چاہتے ہیں تو سچی توبہ کرنی ہوگی۔ یعنی گناہوں کو چھوڑنا ہوگا۔ گناہوں کا تعلق حقوق اللہ سے بھی ہوتا ہے اور حقوق العباد سے بھی ہوتا ہے۔ یہ غلط تصور ہے کہ اللہ اپنے حقوق معاف کردے گا، بس بندوں کے حقوق کا خیال ضروری ہے (معاذ اللہ)۔ اس باطل تصور کے تحت اللہ کے احکامات سے کھلواڑ کیا جاتا ہے، اللہ کی شریعت کو پامال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ جس رب العالمین نے قرآن میں ماں باپ، اولاد، پڑوسیوں، یتیموں، مسکینوں کے حقوق کا تعین کیا ہے اُسی رب نے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کو بھی فرض کیا ہے۔ لہٰذا اس غلط تصور کے تحت حقوق اللہ کی اہمیت کو کم کرنا بھی سرکشی اور بغاوت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حقوق العباد کی حساسیت کو

رسول اللہ ﷺ نے خود بیان فرمایا ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ کے احکامات توڑے جائیں۔ سورۃ المدثر میں بیان ہے کہ جنتی جہنم میں جانے والوں سے پوچھیں گے کہ کس چیز نے تمہیں جہنم میں پہنچایا۔ وہ کہیں گے:

''ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے اور نہ ہم مسکین کو کھانا کھلاتے تھے اور ہم کٹ حجتیاں کرنے والوں کے ساتھ مل کر کٹ حجتیاں کیا کرتے تھے۔'' (42تا45)

یہاں حقوق اللہ کا ذکر پہلے ہے اور اس کے بعد حقوق العباد کا ہے۔ یہاں یہ بھی ذکر ہے کہ اللہ کے احکام سے کھلواڑ کرنے والوں کا انجام کیا ہونا ہے۔ آخرت کی اس رسوائی سے بچنے کا راستہ بھی اللہ تعالیٰ خود قرآن میں بتا رہا ہے:

''اے اہل ایمان! توبہ کرو اللہ کی جناب میں خالص توبہ۔ امید ہے تمہارا رب تم سے تمہاری برائیوں کو دور کر دے گا اور تمہیں داخل کرے گا ایسے باغات میں جن کے دامن میں ندیاں بہتی ہوں گی جس دن اللہ اپنے نبی (ﷺ) کو اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا۔'' (التحریم:8)

سچی توبہ کی کچھ شرائط ہیں۔ (1)۔ دل میں گناہوں پر پچھتاوا ہو (2)۔ زبان پر توبہ واستغفار کے کلمات جاری ہوں، (3)۔ آئندہ کے لیے گناہوں سے بچنے کا پختہ عزم ہو۔ قرآن مجید میں بہترین دعائیں نقل ہوئی ہیں۔ مثال کے طور پر سورۃ الاعراف میں حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی دعا نقل ہوئی:

﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾

''(اس پر) وہ دونوں پکار اُٹھے کہ اے ہمارے رب ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر، اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ فرمایا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہم تباہ ہونے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا یوں نقل ہوئی:

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴾ (ابراہیم) ''اے ہمارے پروردگار! مجھے، میرے والدین اور تمام مومنین کو بخش دے، جس دن حساب قائم ہو۔''

سورۃ الانبیاء میں یونس علیہ السلام کی دعا نقل ہوئی:

﴿اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے اور یقیناً میں ہی ظالموں میں سے ہوں۔''

سورۃ البقرہ کے آخر میں مومنین کی دعا بھی نقل ہوئی:

''اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ فرمانا اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا ہو جائے۔''

دل میں گناہوں پر ندامت ہو اور زبان پر یہ دعائیں ہوں، اگر آنکھوں میں آنسو بھی ہوں تو نور علیٰ نور والی بات ہے۔ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت سات قسم کے افراد کو اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا، ان میں سے ایک وہ ہوگا جو تنہائی میں اللہ کے خوف سے رویا اور اس کے آنسو نکل گئے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جس کی آنکھوں میں اللہ کے خوف سے آنسو طاری ہو جائیں اس کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے خزاں کے موسم میں درختوں سے پتے جھڑتے ہیں۔ پھر یہ کہ آئندہ کے لیے گناہوں سے کنارہ کشی کرلے تو یہ سچی توبہ ہوگی۔ سیدنا علی ؓ نے فرمایا: اب تک گناہوں میں اپنے آپ کو تم نے مبتلا رکھا تمہاری روح آلودہ ہوگئی۔ اب اپنے آپ کو اللہ کی اطاعت اور عبادت میں لگاؤ کھپاؤ تاکہ تمہاری روح بھی پاک ہو سکے۔ توبہ اصل میں روح کا غسل ہے۔ اللہ تعالیٰ خود بھی پاک ہے اور پاکیزگی کو پسند فرماتا ہے۔ اللہ کے رسول علیہ السلام فرماتے ہیں:

((اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ)) ''سچی توبہ کرنے والا شخص ایسا ہو جاتا ہے جیسے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

جس طرح انفرادی سطح پر نجات کے لیے توبہ ضروری ہے، اسی طرح اجتماعی سلامتی اور بقاء کے لیے اجتماعی توبہ بھی ضروری ہے۔ کیونکہ بہت سی غلطیاں ہم سے اجتماعی سطح پر بھی ہوئی ہیں۔ اس ملک کو ہم نے اس لیے حاصل کیا تھا کہ یہاں اللہ کے دین کو نافذ کریں گے مگر 77 سال ہو گئے اللہ کے دین سے روگردانی کرتے ہوئے۔ لازم ہے کہ اس پر اجتماعی توبہ کریں اور اللہ کے دین کے نفاذ کے لیے اجتماعی جدوجہد کریں۔ یہی ہماری اجتماعی توبہ ہوگی۔ بجائے اس کے اگر ہم سود کا دھندا جاری رکھیں گے، شریعت کے اعمال کو پامال کریں گے، اللہ تعالیٰ کے احکامات کے ساتھ کھلواڑ کریں گے تو کیا اللہ کی مدد اور حمایت ہمیں حاصل ہوگی؟ حالیہ دنوں میں ہی قومی اسمبلی اور سینٹ میں بل پاس کیا گیا ہے جس میں اللہ کی شریعت کو پامال کرتے ہوئے 18 سال سے کم عمر میں شادی پر پابندی عائد کر دی گئی ہے، جبکہ دوسری طرف ٹرانسجینڈر ایکٹ پاس کر کے ہم جنس پرستی کے راستے اس سے قبل کھولے جا چکے ہیں۔ پھر یہ کہ 1991ء میں وفاقی شرعی عدالت نے سود کے خلاف فیصلہ دیا تھا لیکن اس پر عمل درآمد کرنے کی بجائے فیصلہ شریعت اپیلٹ بنچ میں چیلنج کر دیا گیا اور آج تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ کو ہم ختم نہیں کر رہے۔ کیا اللہ کے ساتھ جنگ کر کے ہم سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن سکتے ہیں؟

''پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ'' یہی نعرہ لگا کر ہم نے پاکستان حاصل کیا تھا۔ لہٰذا اگر پاکستان کو بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ بنانا ہے تو لا الٰہ الا اللہ کو عملی طور پر نافذ کرنا ہوگا۔ بجائے اس کے آپریشن بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ کی کامیابی پر گانا بجانا ہو رہا ہے، میمز بن رہی ہیں، تکبر اور گھمنڈ کا مظاہرہ ہو رہا ہے جو کہ غلط بات ہے۔ اظہار تشکر کا اصل تقاضا یہ ہے کہ ہم اللہ سے رجوع کریں، اپنے سابقہ گناہوں کی بخشش طلب کریں اور آئندہ کے لیے انفرادی اور اجتماعی طور پر اللہ کے رسول ﷺ کے حقیقی اُمتی بننے کی کوشش کریں۔ اللہ کے رسول ﷺ فتح مکہ کے موقع پر جب مکہ میں داخل ہو رہے تھے تو عاجزی کی وجہ سے آپ ﷺ کی پیشانی مبارک اونٹ کے کجاوے پر جھکی ہوئی تھی۔ سوچنے کہ ہمیں کس قدر عاجزی کے ساتھ رب کا شکرانہ ادا کرنا چاہیے۔ ایک طرف انڈیا اور اسرائیل تھے جن کے ساتھ مقابلے کا کوئی توازن ہی نہیں تھا، ان کی پشت پر امریکہ بھی تھا۔ لیکن اس کے باوجود اللہ نے ہمیں فتح عطا فرمائی۔ لہٰذا ہمیں اللہ کے شکر گزار بندے بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں یہ بھی حکم فرماتا ہے:

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ﴾ ''اور تیار رکھو اُن کے (مقابلے کے) لیے اپنی استطاعت کی حد تک طاقت اور بندھے ہوئے گھوڑے۔'' (الانفال:60)

یہ ہم پر واجب ہے کہ عسکری سطح پر جو تیاری اور وسائل درکار ہیں اپنی بساط کے مطابق ان کا انتظام کریں۔ اس کے علاوہ جہاں بیرونی دشمنوں سے چوکنا رہنے کی ضرورت ہے وہاں ملک کے اندرونی استحکام پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ بھارت پاکستان میں دہشت گردی میں بھی ملوث ہے۔ لہٰذا اندرونی استحکام کے لیے ضروری ہے کہ اندرونی طور پر جو نفرتیں اور تعصبات پھیل رہے ہیں ان کو کم کریں۔ بلوچستان، افغانستان اور خیبر پختونخوا کے لوگوں کو شکایت کا موقع نہ دیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ ملک کی افواج کا ایک طے شدہ آئینی کردار موجود ہے اس کے مطابق وہ ملک کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کریں۔ اگر افواج اس آئینی کردار کے اندر رہیں گی تو عوام کے اندر ان کی عزت بڑھے گی اور قوم ان کا ساتھ بھی دے گی۔ جس طرح حالیہ واقعہ میں بھی ہم نے دیکھا کہ قوم نے یکجہتی کا مظاہرہ کیا۔ ملک کا نظام چلانا جن کا کام ہے ان کے سپرد کر دینا

چاہیے۔ اگر ریاستی ادارے اپنی آئینی حدود سے باہر نکل کر دوسروں کے کام میں مداخلت کریں گے تو اس سے ملک میں نفرتیں بڑھیں گی اور بھارت جیسے دشمن ان سے فائدہ اُٹھائیں گے۔ سب سے بڑھ کر اہم یہ ہے کہ پاکستان کلمہ طیبہ: لا الٰہ الا اللہ کی بنیاد پر حاصل کیا گیا اور اسی بنیاد پر مختلف نسلوں، زبانوں، علاقوں اور رنگوں کے لوگ مل کر پاکستانی قوم بنے تھے۔ اگر ہم کلمہ طیبہ کا نفاذ عملی طور پر کریں گے تو ہم بحیثیت پاکستانی قوم متحد و منظم رہیں گے اور حقیقی معنوں میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں گے۔

18 سال سے کم کی شادی پر پابندی کا بل

پاکستان کی قومی اسمبلی اور سینٹ میں ایک بل پاس کیا گیا ہے جس کے مطابق 18 سال سے کم عمر کی شادی کو غیر قانونی قرار دیا گیا ہے۔ اگر 18 سال سے کم عمر میں کسی کی شادی کی جائے گی تو نکاح خواں، گواہوں اور رجسٹریشن کرنے والوں کے خلاف مقدمہ درج ہوگا اور انہیں سزا دی جائے گی۔ صدر کے دستخط کے بعد یہ بل قانون بن جائے گا۔

مغربی ایجنڈے کو سپورٹ کرنے اور سیکولر ذہنیت رکھنے والے کچھ لوگ اور نام نہاد ہیومن رائٹس کے چیمپئن کہلانے والے جن کو عام طور پر میڈیا میں آنے کا موقع زیادہ مل جاتا ہے وہ اس غیر شرعی قانون کی حمایت میں پھلجھڑیاں چھوڑ رہے ہیں۔ کوئی کہہ رہا ہے کہ کم عمری میں شادی ہوگی تو زچگی کے مسائل پیدا ہوں گے۔ کیا یہ مسائل زیادہ عمر کی خواتین کو درپیش نہیں ہوتے؟ ایک جج صاحب نے پھلجھڑی چھوڑی کہ ہر انسان کا حق ہے کہ وہ 18 سال تک تعلیم حاصل کرے اور اس کے بعد شادی کرے۔ کل اگر بنیادی تعلیم کا لیول 24 پر چلا جائے تو کیا آپ 24 سال تک شادی پر پابندی لگا دیں گے؟ کیا شادی کے بعد تعلیم حاصل نہیں کی جاسکتی؟

اس بل کا پاس ہونا شریعت کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ قرآن مجید میں سورۃ الطلاق میں اور احادیث مبارکہ میں واضح ہدایت ہے کہ جب لڑکا یا لڑکی بالغ ہو جائیں تو ان کی شادی کر دی جائے۔ بالغ ہونے کی اوسط عمر 13 سے 14 سال تک ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے دور میں کئی صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم کی شادیاں 18 سال سے کم عمر میں ہوئیں۔ اسلام ایک فطری دین ہے اور قانون فطرت انسان کی بھلائی کے لیے ہے۔ مگر آج ہم اسلامی قوانین کو توڑنے میں لگے ہوئے ہیں۔ ایک طرف ہم بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ کے الفاظ قرآن سے لے رہے ہیں اور دوسری طرف قرآن کی تعلیمات کے خلاف اسمبلی میں بل پاس کر رہے ہیں۔ کیا ایسے طرزِ عمل کے ساتھ ہم بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ بن سکتے ہیں؟

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ﴾ (البقرۃ:85) ”تو کیا تم کتاب کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک کو نہیں مانتے؟“

تقسیم اگر تم کرتے ہو تو یہ ناقابل قبول ہے اور اس پر سزا ہے۔ مزید فرمایا:

﴿فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٨٥﴾﴾ ”تو نہیں ہے کوئی سزا اس کی جو یہ حرکت کرے تم میں سے سوائے ذلت و رسوائی کے دنیا کی زندگی میں۔ اور قیامت کے روز وہ لوٹا دیئے جائیں گے شدید ترین عذاب کی طرف۔ اور اللہ غافل نہیں ہے اُس سے جو تم کر رہے ہو۔“

خدارا! ہماری حکومت اور مقتدر طبقات اس بات کا احساس کریں کہ اللہ کے ساتھ بغاوت اور سرکشی کر کے اللہ کی مدد نہیں ملے گی۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴿٧﴾﴾ (سورۃ محمد) ”اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہارے قدموں کو جما دے گا۔“

اللہ کے دین سے بغاوت کر کے ہم اللہ کی مدد حاصل نہیں کر سکتے۔ اس طرح کی قانون سازیاں اکثر بیرونی ایجنڈے کے تحت ہوتی ہیں اور عوامی رائے، علماء کرام اور اسلامی نظریاتی کونسل کی آراء کو نظرانداز کرتے ہوئے عجلت میں ایسے قوانین پاس کیے جاتے ہیں۔ جس کا خمیازہ پورے معاشرے کو تباہی کی صورت میں بھگتنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے فیصلہ سازوں کو ہدایت دے۔ آمین!

فلسطین کی پکار

فلسطین اور غزہ کو ہم بھولتے جارہے ہیں۔ آج اقوام متحدہ کا سیکرٹری جنرل بھی چلا رہا ہے، فرانس اور دیگر یورپی ممالک بھی چلا رہے ہیں کہ اسرائیل اہل غزہ کو بھیجی جانے والی امداد کو اہل غزہ تک نہیں پہنچنے دے رہا۔ اہل غزہ کو قحط جیسی صورتحال کا سامنا ہے، اہل غزہ پانی کی بوند بوند کو ترس رہے ہیں۔ بھوک اور پیاس سے بچے شہید ہو رہے ہیں۔ دوسری طرف عرب حکمرانوں کا حال یہ ہے کہ ٹرمپ کے دورہ کے موقع پر غیرت و حمیت کا جنازہ نکالا گیا، امریکہ کو خوش کرنے کے لیے اربوں کے تحائف دیئے گئے اور کھربوں کے معاہدے کیے گئے۔ روزِ قیامت اللہ کو کیا جواب دیں گے کہ اہل غزہ کے لیے پانی کی ایک بوتل نہیں مہیا کر سکتے اور دوسری طرف؟ اللہ سب کو ہدایت دے۔

پاکستان کے وزیر اعظم آذربائیجان جا رہے ہیں، ترکیہ جا رہے ہیں اور دیگر ممالک کے دورے کر رہے ہیں، کیا وہ مسلم ممالک کا دورہ کر کے انہیں غزہ اور مسجد اقصیٰ کے حوالے سے غیرت نہیں دلا سکتے؟ کچھ تو اُمتی ہونے کا احساس کر لو۔ مسلم دنیا پاکستان کی جانب دیکھ رہی ہے۔ اسرائیل بھی پاکستان کو اپنا دشمن سمجھتا ہے۔ احادیث میں لکھا ہے کہ خراسان سے اسلامی لشکر جائے گا اور یروشلم میں جا کر دجالی افواج کے خلاف لڑے گا۔ قدرت ہمیں جو کردار دینا چاہتی ہے، اس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ ہم اسلام کی طرف پیش قدمی کریں۔ صرف اسی صورت میں ہم سچے اُمتی بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سچا اُمتی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❁❁❁

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(22 تا 27 مئی 2025ء)

جمعرات 22 مئی: مرکزی عاملہ کے اجلاس کی آن لائن صدارت کی۔

جمعۃ المبارک 23 مئی: تقریر و خطبۂ جمعہ مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، ڈی ایچ اے، کراچی، میں ارشاد فرمایا اور جمعہ کی نماز پڑھائی۔ بعد نماز عشاء ایک حج تربیتی نشست میں ”حکمت و مقاصد حج“ کے موضوع پر گفتگو کی۔

منگل 27 مئی: علی الصبح، ماضی کی طرح ایک حج گروپ کے اصرار و تقاضا پر سفر حج کے لیے روانگی ہوئی۔ گروپ کے شیڈول کے مطابق پہلے مدینہ منورہ میں حاضری رہے گی۔

معمول کی سرگرمیاں: نائب امیر صاحب سے مستقل آن لائن رابطہ رہا اور تنظیمی امور انجام دیے۔ قرآنی نصاب کے حوالے سے ذمہ داریاں انجام دیں نیز اس نصاب کی ریکارڈنگ اور معمول کی دیگر کئی ریکارڈنگز کا اہتمام ہوا۔

عیدِ قربان اور اُسوۂ ابراہیمی ؑ

قرآن حکیم کی روشنی میں

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

حج اور عید الاضحیٰ دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت ہی کے گرد گھومتے ہیں، جن کی تعظیم و تکریم روئے زمین کے بسنے والوں کی دو تہائی تعداد کرتی ہے اور ان دونوں کے مراسم و مناسک ان کی حیات طیبہ کے بعض واقعات کی یادگار ہی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طویل سفرِ حیات کا لبِ لباب اگر ایک لفظ میں بیان کیا جائے تو وہ ہے: ''امتحان و آزمائش'' جس کے لئے قرآن حکیم کی اپنی جامع اصطلاح ''ابتلاء'' ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرہ میں ان کی پوری داستان حیات کو ان چند الفاظ میں سمو دیا گیا ہے ''اور جب آزمایا ابراہیمؑ کو اس کے رب نے بہت سی باتوں میں تو اُس نے ان سب کو پورا کر دکھایا۔'' (آیت: 124) سورۃ الملک کی ابتدائی آیات میں فرمایا: ''وہ جس نے پیدا کیا موت اور زندگی کو کہ تمہیں آزمائے کہ کون ہے تم میں سب سے اچھا عمل کے اعتبار سے۔'' (آیت: 2) بقول علامہ اقبال ؎

قلزمِ ہستی سے تو اُبھرا ہے مانندِ حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحان ہے زندگی!

انسان کی فلاح و کامیابی کا دارومدار اس پر ہے کہ وہ اپنے خالقِ حقیقی اور پروردگارِ حقیقی کی معرفت حاصل کرے اور اس کی محبت سے سرشار ہو جائے' جو گویا امتحان ہے' اس کی عقل و خرد کا اور آزمائش ہے اس کے قلب سلیم اور فطرت سلیمہ کی --- اور پھر پورے عزم و استقلال اور صبر و ثبات کے ساتھ قائم و مستقیم رہے اس کی اطاعت کلی اور فرماں برداری کامل پر جو کہ گویا امتحان ہے اُس کے عزم اور حوصلے کا اور آزمائش ہے' اس کی سیرت کی پختگی اور کردار کی مضبوطی کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی سب سے پہلے اسی عقل سلیم اور فطرت سلیمہ کے امتحان سے سابقہ پیش آیا۔ اُنہوں نے ایک ایسے ماحول میں آنکھ کھولی جس میں ہر طرف کفر اور شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے تھے اور کہیں بتوں اور مورتیوں کی پوجا ہو رہی تھی تو کہیں ستاروں اور سیاروں کو پوجا جا رہا تھا۔ اس ماحول میں آنکھ کھولنے اور پرورش پانے والے نوجوان نے جب یہ نعرہ لگایا کہ ''میں نے تو اپنا رخ پھیر دیا اس ذات کی طرف جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ہر طرف سے یکسو ہو کر اور میں ہرگز اس کے ساتھ شرک کرنے والا نہیں۔'' (الانعام: 79) تو کیا آسمان اور زمین وجد میں نہ آ گئے ہوں گے اور کون و مکان میں ہلچل نہ مچ گئی ہو گی۔ بقول علامہ اقبال ؎

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے!

عقل و فطرت کی اس آزمائش اور معرفت رب کے اس امتحان میں کامیابی کے فوراً بعد ''استقامت'' کی جانچ پرکھ کا ایک طویل اور جاں گسل سلسلہ شروع ہو گیا' جس میں ہر لحظہ امتحان تھا' ہر آن ابتلاء۔ ایک جانب ایک نوجوان تھا اور دوسری جانب پوری سوسائٹی اور پورا نظام۔ گویا ''کشاکش خس و دریا'' کا دیدنی نظارہ! عزم و ہمت کا وہ کون سا امتحان تھا جو اسے پیش نہ آیا۔ صبر و ثبات کی وہ کون سی آزمائش تھی جس سے وہ دوچار نہ ہوا۔ حوصلہ تحمل و برداشت اور جذبہ ایثار و قربانی کی جانچ پرکھ کا وہ کون سا طریقہ تھا جو اس پر آزمایا نہ گیا۔ گھر سے وہ نکالا گیا۔ معبد میں اس پر دست درازی ہوئی۔ سرعام اس پر ہجوم کیا گیا۔ دربار میں اس کی پیشی ہوئی اور آگ میں وہ ڈالا گیا۔ بقول شاعر

اس راہ میں جو سب پہ گزری ہے سو گزری
تنہا پسِ زنداں کبھی رسوا سرِ بازار!
کڑکے ہیں بہت شیخ سرِ گوشۂ منبر
گرجے ہیں بہت اہلِ حکم برسرِ دربار

لیکن نہ کبھی اس کے جوش اور ولولے میں کوئی کمی آئی' نہ پائے ثبات میں کوئی لغزش! باپ سے ''وَاھْجُرْنِیْ مَلِیًّا'' کی غیظ آمیز جھڑکی کھا کر بھی وہ پورے ادب و احترام اور پورے حلم و وقار کے ساتھ یہ کہتا ہوا رخصت ہوا: ''تم پر سلامتی ہو! میں اپنے پروردگار سے تمہارے لئے معافی کی درخواست کروں گا' حقیقتاً وہ مجھ سے بڑا مہربان ہے اور میں اعلانِ برأت کرتا ہوں تم سب سے بھی اور ان سے بھی جنہیں تم خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو اور میں تو پکاروں گا صرف اپنے پروردگار ہی کو......! مجھے یقین ہے کہ میں اس کو پکار کر بے نصیب نہ رہوں گا۔'' (سورۃ مریم: 47،48) دربار میں پیشی ہوئی تو ؎

نہ لاؤ سواس دل میں جو ہیں تیرے دیکھنے والے
سرِ مقتل بھی دیکھیں گے چمن اندر چمن ساقی!

کے مصداق خدائے واحد و قہار کے پرستار نے دنیوی شان و شوکت' جاہ و جلال اور دبدبے اور طنطنے کو ذرہ بھر بھی خاطر میں نہ لاتے ہوئے شہنشاہِ وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اعلان کیا: ''میرا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔'' (البقرہ: 258) اور جب ربوبیت والوہیت کے مدعی مغرور نے مناظرانہ رنگ میں کہا: ''مجھے بھی زندہ رکھنے یا مار دینے کا اختیار حاصل ہے۔'' تو پوری جرأت رندانہ اور شانِ بے باکانہ کے ساتھ ترکی بہ ترکی جواب دیا: ''تو اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے (تجھ میں کچھ الوہیت ہے) تو تُو اسے مغرب سے طلوع کر کے دکھا۔'' (البقرہ: 258) نتیجتاً اس کافر مردود نمرود کے پلے سوائے مرعوبی و مبہوتی کے اور کچھ نہ رہا اور پھر جب پوری قوم' پوری سوسائٹی اور پورے نظام باطل نے اپنی شکست پر جھنجھلا کر اسے آگ کے ایک بڑے الاؤ میں ڈالنے اور جلا کر راکھ کر دینے کا فیصلہ کیا تب بھی اس کے عزم اور ارادے میں کوئی تزلزل نہ آیا اور عشق کی اس بلند پروازی پر وہ عقل بھی انگشت بدنداں رہ گئی جس نے ابتداً اسے خود ہی اس راہ پر ڈالا تھا ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی!

اور جب خدائے علیم و قدیر نے اسے آگ سے معجزانہ طور پر زندہ و سلامت نکال لیا تو اس نے یہ کہتے ہوئے کہ: ''میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر رہا ہوں' یقیناً وہ مجھے راہ یاب کرے گا۔'' (اَلصّٰفّٰت: 99) گھر بار اور ملک و وطن سب کو خیر باد کہا اور آباء و اجداد کی سرزمین کو باحسرت و یاس دیکھتا ہوا وہ ان دیکھی منزل کی

جانب روانہ ہو گیا‘ تاکہ صرف خدائے واحد کی پرستش کر سکے اور محض اسی کے نام کا کلمہ پڑھ سکے! حالانکہ اب زندگی کے اس دور کا آغاز ہو چکا تھا جس میں جوانی کا زور ٹوٹتا ہوا محسوس ہونے لگتا ہے اور بڑھاپے کے آثار شروع ہو جاتے ہیں۔ بقول حالی ؎

ضعفِ پیری بڑھ گیا‘ جوشِ جوانی گھٹ گیا
اب عصا بنوایئے نخلِ تمنا کاٹ کر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کے بعد کی پوری زندگی مسلسل مسافرت و مہاجرت کی داستان ہے۔ آج شام میں ہیں تو کل مصر میں‘ پرسوں شرقِ اردن میں ہیں تو اگلے روز حجاز میں۔ کوئی فکر ہے تو صرف اس کی اور دھن ہے تو محض یہ کہ توحید کا کلمہ سربلند ہو اور دعوتِ توحید کے جابجا مراکز قائم ہو جائیں۔ اپنی ان کوششوں میں وہ اس بوڑھے باغبان سے نہایت گہری مشابہت رکھتے ہیں جو جابجا اپنے لئے نہیں بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے باغ لگاتا پھر رہا ہو۔

جب بڑھاپے کے آثار کچھ زیادہ ہی طاری ہوتے محسوس ہوئے اور ادھر یہ نظر آیا کہ اولاد سے تاحال محرومی ہے‘ تو فکر دامن گیر ہوئی کہ میرے بعد اس مشن کو کون سنبھالے گا۔ وطن سے ایک بھتیجے نے ان کے ساتھ ہجرت کی تھی جسے شرقِ اردن میں دعوتِ توحید کی علم برداری سونپ دی تھی۔ اللہ سے دُعا کی ''پروردگار! نیک وارث عطا فرما۔'' (اَلصّٰفّٰت:100) اور اللہ کی شان کہ خالص معجزانہ طور پر ستاسی برس کی عمر میں اللہ نے ایک چاند سا بیٹا عطا فرما دیا اور وہ بھی ایسا جسے خود اللہ نے ''غلام حلیم'' قرار دیا۔ جیسے جیسے بیٹا بڑا ہوتا گیا گویا بوڑھے باپ کا نخلِ تمنا دوبارہ ہرا ہوتا گیا۔ یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ کیسی جذباتی وابستگی بوڑھے باپ کو اس بیٹے سے ہوگی اور کیسی اُمیدیں اس نے اپنے دل میں اس کے ساتھ وابستہ کر لی ہوں گی۔

بیٹا برابر کا ہونے کو آیا تو گویا باپ کا دست و بازو بن گیا اور دونوں نے مل کر توحید کے عظیم ترین مرکز یعنی کعبۃ اللہ کی دیواریں اُٹھائیں‘ جسے قرآن حکیم نے ﴿بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾ بھی قرار دیا اور ﴿اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ﴾ کا مصداق بھی۔ یہ مقدس معمارانِ حرم جن جذبات کے ساتھ تعمیر کر رہے تھے ان کی عکاسی قرآن حکیم کی ان آیات میں بتمام کمال کی گئی ہے۔ ''اور جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) بیت اللہ کی دیواریں اُٹھا رہے تھے (تو کہتے جاتے تھے) پروردگار ہمارے! قبول فرما ہم سے (ہماری یہ خدمت) یقیناً تو سب کچھ سننے والا بھی ہے اور سب کچھ جاننے والا بھی۔ اور اے رب ہمارے! بنائے رکھ ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار‘ اور اُٹھا ہماری اولاد میں سے ایک فرمانبردار اُمت۔'' (البقرۃ:127،128)

ادھر بوڑھا باپ اپنے جوان ہوتے ہوئے بیٹے کو دیکھ دیکھ کر جی رہا تھا‘ اُدھر قدرت مسکرا رہی تھی۔ اس کے ترکشِ امتحان میں ابھی ایک تیر باقی تھا‘ دل کو چھید جانے والا اور جگر سے پار ہو جانے والا تیر! گویا ابھی آخری آزمائش باقی تھی‘ محبت اور جذبات کی آزمائش‘ اُمیدوں‘ آرزوؤں اور تمناؤں کا امتحان۔ حکم ہوا اپنے بیٹے کو قربان کر دو۔ زمین پر سکتہ طاری ہو گیا‘ آسمان لرز اُٹھا‘ لیکن نہ بوڑھے باپ کے پائے ثبات میں کوئی لغزش پیدا ہوئی‘ نہ نوجوان بیٹے کے صبر و تحمل میں کوئی لرزش! دونوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ عین آخری لمحے پر رحمتِ خداوندی حکمتِ امتحان پر غالب آ گئی اور بوڑھے باپ کی امتحان میں کامیابی کا اعلان کر دیا گیا۔ بغیر اس کے کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح شدہ لاش فی الواقع اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ سورۃ اَلصّٰفّٰت میں کتنے قلیل الفاظ میں صورتِ حال کی مکمل تصویر کھینچ دی گئی ہے۔ ''تو جب وہ (بیٹا) اس (باپ) کے ساتھ بھاگ دوڑ کرنے کے قابل ہوا تو اس نے کہا: میرے بچے! میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں‘ تو تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا: ''ابا جان! کر گزریئے جو حکم آپ کو مل رہا ہے‘ آپ ان شاء اللہ مجھے صابر ہی پائیں گے۔ پھر جب دونوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا اور اس نے اسے پیشانی کے بل پچھاڑ دیا تو ہم نے پکارا! اے ابراہیم (بس کر) تو نے خواب پورا کر دکھایا۔ ہم اسی طرح جزا دیا کرتے ہیں نیکوکاروں کو۔ یقیناً یہ ایک بہت بڑی آزمائش تھی۔'' (اَلصّٰفّٰت:102 تا 106) گویا جس کا امتحان لیا جا رہا تھا اس نے ہمت نہ ہاری‘ ممتحن ہی کو بس کرنا پڑی۔ جس نے نہ صرف یہ کہ اس بیٹے کی جگہ مینڈھے کی قربانی بطور فدیہ قبول کر لی بلکہ اس کی یادگار کے طور پر ہمیشہ ہمیش کے لئے قربانی کا سلسلہ جاری فرما دیا۔ اس امتحان اور آزمائش کی ایک طویل داستان کمال کو پہنچی اور عقل و فطرت کی سلامتی اور سیرت و کردار کی پختگی کی کٹھن جانچ پرکھ اور جذبات و احساسات کے ایثار اور محبت کی قربانی کے مشکل امتحانات سے گزر کر اللہ نے اپنے برگزیدہ بندے کو امامت الناس کے منصب پر فائز کیا۔ ''سلام ہو ابراہیم پر! اسی طرح ہم بدلہ دیا کرتے ہیں نیکوکاروں کو‘ یقیناً وہ ہمارے صاحبِ یقین بندوں میں سے تھا۔'' (اَلصّٰفّٰت:109 تا 111) اور بقول علامہ اقبال ؎

چوں می گویم مسلمانم‘ بلرزم
کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ را!

گویا یہ ہے ایک سچے مسلمان کی زندگی کی ایک کامل تصویر اور ''ایمان حقیقی'' کی صحیح تعبیر۔ بقول مولانا محمد علی جوہر ؎

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا!

سورۃ الحج میں حج کے دو ہی بنیادی ارکان کا ذکر ہے: ایک اللہ کے نام پر جانوروں کی قربانی اور دوسرے طوافِ بیت اللہ‘ اور ان میں سے بھی زیادہ زور اور تکرار قربانی پر ہی ہے۔ ''اور ہم نے ہر ایک امت کے لیے قربانی کا طریق مقرر کر دیا ہے تاکہ جو مویشی چارپائے اللہ نے ان کو دیئے ہیں (ان کے ذبح کرنے کے وقت) ان پر اللہ کا نام لیں۔'' (الحج:34) ہمیں اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیے کہ جس طرح ہم نے دین کے دوسرے تمام حقائق کو محض رسموں میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے‘ جس کا مرثیہ علامہ اقبال نے اس شعر میں کیا تھا کہ ؎

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالیؓ نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالیؒ نہ رہی!

اسی طرح قربانی کی روح بدقسمتی سے ہماری عظیم اکثریت کے عمل ہی سے نہیں وہم و خیال سے بھی غائب ہو چکی ہے اور اب اس کی حیثیت بعض کے نزدیک محض ایک رسم کی ہے اور اکثر کے نزدیک اس سے بھی بڑھ کر ایک قومی تہوار کی۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ ہر سال پندرہ لاکھ سے بھی زائد کلمہ گو حج کرتے ہیں اور بلا مبالغہ کروڑوں کی تعداد میں جانوروں کی قربانی دی جاتی ہے‘ لیکن وہ روحِ تقویٰ کہیں نظر نہیں آتی جس کی رسائی اللہ تک ہے۔ بقول علامہ اقبال مرحوم ؎

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل‘ وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے!

کاش کہ ہم جرأت کے ساتھ موجودہ صورتحال کا صحیح تجزیہ کر سکیں اور اصل روحِ قربانی کو اپنی شخصیتوں میں جذب کرنے پر کمر ہمت کس لیں‘ اور عید قربان پر جب اللہ کے لئے ایک بکرا یا دنبہ ذبح کریں تو ساتھ ہی عزم مصمم کر لیں کہ اپنا تن‘ من‘ دھن اس کی رضا پر قربان کر دیں گے۔

پاکستان کا بن جانا بذاتِ خود ایک معجزہ تھا اور اس کے بعد اس کا برقرار رہنا اور ایٹمی قوت بن جانا بھی اللہ کی تدبیر ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان سے کوئی بڑا کام لینا چاہتا ہے: آصف حمید

صرف ایٹمی قوت بن جانا کافی نہیں ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ہمیں سائنس و ٹیکنالوجی میں مزید ترقی کرنا ہوگی اور سائبر ٹیکنالوجی میں بھی مزید مہارت حاصل کرنا ہوگی تب ہی ہم ایٹمی طاقت کی حیثیت برقرار رہ پائیں گے: توصیف احمد خان

”یوم تکبیر: اہداف اور مقاصد“ کے موضوع پر

پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف تجزیہ نگاروں اور دانشوروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: سقوط ڈھاکہ (1971ء) کے بعد باقی ماندہ پاکستان کی سلامتی اور بقاء کے لیے ایٹمی پروگرام کی کتنی ضرورت اور اہمیت تھی اور اس پروگرام کو کامیاب بنانے میں کتنی مشکلات اور رکاوٹیں درپیش تھیں؟

توصیف احمد خان: پاکستان کا ایٹمی پروگرام سقوط ڈھاکہ کے بعد ماندہ پاکستان کی بقا اور سلامتی کا ضامن بن گیا۔ اگر یہ پروگرام شروع نہ کیا جاتا تو بھارت کب کا مغربی پاکستان کو بھی روند چکا ہوتا۔ ایٹمی پروگرام کی کس قدر اہمیت ہے اس کا اندازہ حالیہ پاک بھارت جنگ میں بھی بخوبی ہو چکا ہے۔ اس پروگرام کو شروع کرنے اور اس کو کامیاب بنانے میں کتنی رکاوٹیں پیش آئیں اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی چڑھایا گیا۔ امریکی دھمکیوں کے باوجود انہوں نے ایٹمی پروگرام جاری رکھا کیونکہ اس کی پاکستان کو سخت ضرورت تھی۔ 1971ء کے سانحہ کے بعد قوم میں مایوسی پھیل گئی تھی، کئی علاقوں میں آزادی کی تحریکیں اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ بلوچ سردار بھی آزادی مانگ رہے تھے۔ بھارت نے 1970ء میں ہی پوکھران میں ایٹمی دھماکے کر لیے تھے۔ ان حالات میں ضروری تھا کہ قومی سلامتی کو یقینی بنایا جائے۔ شروع میں فرانس سے ایٹمی ری ایکٹر خریدنے کی بات ہوئی لیکن یہ بھٹو صاحب کی چال تھی کہ وہ امریکہ کو اُدھر مصروف رکھنا چاہتے تھے۔ امریکہ نے فرانس پر دباؤ بڑھانا شروع کر دیا کہ معاہدہ منسوخ کرو۔ لیکن بھٹو صاحب جلسوں میں کہتے رہے کہ فرانس معاہدہ منسوخ کر کے دیکھے ہم اسے عالمی عدالت میں لے کر جائیں گے۔ اسی دوران ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور بھٹو صاحب کی بات چیت ہوئی اور خفیہ طور پر ہمارا ایٹمی پروگرام آگے بڑھتا رہا۔ اُدھر دکھاوے کے لیے فرانس سے ڈیل چلتی رہی۔ آخر کار امریکہ فرانس کے ساتھ ہمارا معاہدہ منسوخ کرانے میں کامیاب ہو گیا اور دنیا کے سامنے یہی ظاہر ہوا کہ ہمارا ایٹمی پروگرام ختم ہو گیا لیکن اندرون خانہ ہم ایٹمی پروگرام کو آگے بڑھانے میں کامیاب رہے۔ بعد میں ہنری کسنجر نے لکھا کہ اگر میں بھٹو کی جگہ ہوتا تو میں بھی یہی کرتا۔ بعد میں افغانستان میں روس کے خلاف جنگ شروع ہو گئی اور امریکہ کو پاکستان کی مدد کی ضرورت پڑ گئی، اس دوران ضیاء الحق نے ایٹمی پروگرام پر تیزی سے کام جاری رکھا۔ پھر غلام اسحاق خان اور بے نظیر بھٹو نے بھی ایٹمی پروگرام پر کوئی سمجھوتہ نہ کیا۔ پھر 1998ء میں جب انڈیا نے ایٹمی دھماکے کیے تو پاکستان میں نواز شریف گورنمنٹ پر بے پناہ اندرونی اور بیرونی دباؤ تھا۔ بیرونی طور پر ہمیں بہت بڑی رقم کی آفر ہوئی کہ آپ ایٹمی دھماکے نہ کریں، پھر دھمکیاں بھی دی جا رہی تھیں کہ پاکستان پر سخت پابندیاں لگ جائیں گی وغیرہ وغیرہ۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت کے آرمی چیف جنرل جہانگیر کرامت کی رائے بھی یہی تھی کہ پاکستان کے پاس ایٹمی طاقت ہے مگر دھماکے نہ کیے جائیں۔ لیکن اندرونی طور پر قوم کا دباؤ اتنا زیادہ تھا کہ نواز شریف کو بالآخر 28 مئی 1998ء کو ایٹمی دھماکے کرنے پڑے۔ جب پاکستان نے ایٹمی دھماکے کر لیے تو اس کے بعد انڈیا بھی مذاکرات کی میز پر آ کر بیٹھا اور کہا کہ ہم بات چیت سے مسائل حل کریں گے۔

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ایٹمی دھماکوں کے بعد پاکستان کا دفاع واقعتاً ناقابل تسخیر بن گیا اور خطے میں طاقت کا توازن قائم ہو گیا؟

آصف حمید: پاکستان کا قیام خود ایک معجزہ ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ کیبنٹ مشن پلان قائداعظم نے قبول کر لیا تھا۔ اگر نہرو کا بیان نہ آتا تو پاکستان کا بننا مشکل تھا۔ نہرو نے کہا کہ ایک بار انگریز چلے جائیں تو پھر ہم دیکھیں گے کہ حکومت کون بناتا ہے۔ ہمیں نہرو کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ اس نے پاکستان کے قیام میں ہماری مدد کی۔ پاکستان بننے کے بعد بھی بھارت کا موقف یہ تھا کہ یہ ایک ناکام ریاست ہے، کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی، پھر اس کو آمریت نے بھی گھیرے رکھا، یہاں لسانی اور صوبائی تعصبات کو بھی اُبھارا گیا۔ پھر پاکستان فرقہ وارانہ (شیعہ سنی) پروکسی وار کا بھی میدان بنا رہا۔ اس سب کے باوجود پاکستان کا بچ جانا ایک معجزہ ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو دریا میں سے راستہ دے کر اللہ نے بچایا تھا۔ سائنس اس بات کو تسلیم نہیں کرے گی کہ دریا بھی کسی کو راستہ دے سکتا ہے لیکن معجزہ اللہ کی تدبیر ہوتی ہے اور وہ تدبیر ہمیں پاکستان کے قیام اور پھر اس کے بچے رہنے میں بھی نظر آتی ہے۔ جبکہ دوسری طرف ہم اپنے اعمال دیکھیں تو ہم نے اپنے مسلمان بھائیوں کو پکڑ پکڑ کر امریکہ کے حوالے کیا، 77 سال سے شریعت کے نفاذ سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے پاکستان سے وہ کام لیے جو تصور سے بالاتر ہیں۔ جیسا کہ ذوالفقار علی بھٹو ایک مذہبی سیاستدان نہ تھے مگر ان سے 1974ء کا قانون پاس کروایا جس میں قادیانیت جیسے بڑے فتنے کا سدباب کیا گیا۔ یہ بھی ایک طرح کا معجزہ ہی تھا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں حکم دیتا ہے:

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾

”اور تیار رکھو اُن کے (مقابلے کے) لیے اپنی استطاعت کی حد تک طاقت اور بندھے ہوئے گھوڑے (تاکہ) تم اس سے اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو ڈرا سکو“ (الانفال:60)

یہاں باقاعدہ کہا گیا ہے کہ اپنے دشمنوں پر رعب ڈالنے کے لیے ڈیٹرنس کی تیاری کرو تاکہ ان کی آپ کے خلاف

جنگ کی ہمت ہی نہ ہو۔ یہی تدبیر ہمیں ایٹمی پروگرام کی کامیابی میں بھی نظر آتی ہے ورنہ اس قدر رکاوٹوں اور چیلنجز کے باوجود پاکستان ایٹمی قوت نہ بن پاتا۔ حالانکہ بعض نام نہاد دانشوروں نے یہاں تک کہا کہ پاکستان ایک بھیک منگا ملک ہے، کشکول ہاتھ میں لیے پھرتا ہے، ایٹم بم اس کی کیا حفاظت کرے گا، ہم ایٹم بم کی حفاظت کر رہے ہیں وغیرہ۔ ان چیزوں کو میڈیا پر لایا گیا، ہوسکتا ہے کوئی بین الاقوامی طاقت اس کے پیچھے ہو کہ پاکستان ایٹمی طاقت نہ رہے۔ لیکن یہ سب سازشیں بھی کامیاب نہ ہوئیں۔ ہمارے سامنے یوکرین کی مثال ہے جس کے پاس ایٹمی ہتھیار تھے لیکن امریکہ، روس اور برطانیہ کی گارنٹی پر اس نے وہ ہتھیار دے دیئے اور آج اسی روس نے اس کو روند ڈالا ہے۔ پاکستان کے مقتدر لوگوں سے سو اختلاف سہی مگر انہوں نے ایٹمی اثاثوں پر کوئی سمجھوتہ نہ کر کے حب الوطنی کا ثبوت دیا ہے۔ پہلگام واقعہ کے بعد بھارت بدمست ہاتھی بن کر پھنکار رہا تھا لیکن اس کو ہماری ایٹمی طاقت نے لگام ڈال رکھی ہے۔ ثابت ہوا کہ ایٹمی قوت پاکستان کی ضرورت تھی، ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اللہ کی توفیق سے پاکستان کے پاس جو ٹیکنالوجی اس وقت ہے وہاں تک دنیا کے صرف دو تین ممالک پہنچ سکے ہیں۔ یہ قدرت کا فیصلہ ہے۔

سوال: ایٹمی طاقت کا حصول ہی ہماری منزل اور ہمارا ٹارگٹ تھا یا ہمیں اس سے آگے بڑھ کر مزید ٹیکنالوجی حاصل کرنی چاہیے اور معاشی میدان میں بھی خود کفیل ہونا چاہیے؟

توصیف احمد خان: یقیناً آپ صرف ایٹم بم بنا کے تو گزارا نہیں کرسکتے۔ اس سے آگے بڑھ کر ہمیں اتنی تیاری کرنی چاہیے کہ کوئی بھی دشمن ہم پر حملہ نہ کرسکے کیونکہ ہمارا مقابلہ صرف بھارت کے ساتھ ہی نہیں بلکہ دنیا کی بہت سی طاقتوں کی نظر ہم پر ہے۔ اسرائیل دو مرتبہ پہلے بھی پاکستان کی ایٹمی تنصیبات پر حملے کی کوشش کر چکا ہے جس میں اس کو ناکامی ہوئی ہے۔ حالیہ جنگ میں بھی اسرائیل کا کردار کھل کر سامنے آیا ہے۔ لہٰذا اگر کسی وقت انڈیا اور پاکستان میں صلح ہو جائے اور ایٹمی قوت سرنڈر کرنے کی بات ہو تو انڈیا سرنڈر کرسکتا ہے کیونکہ اس کو دنیا میں کسی سے خطرہ نہیں ہوگا لیکن پاکستان کسی صورت میں ایٹمی قوت سرنڈر نہیں کرسکتا کیونکہ پاکستان کے دشمن بہت ہیں۔

آصف حمید: سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ ہم اللہ کے دین سے اپنے تعلق کو بھی مضبوط کریں۔ حالیہ جنگ میں دشمن پر فتح اللہ کی مدد سے ہوئی ہے تو پھر ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ کے بندے بننے کی بھی کوشش کریں، 77 سال میں جو غلطیاں کوتاہیاں ہم نے کی ہیں، ان پر اللہ سے معافی مانگیں۔ سابقہ قومیں جن برائیوں کی وجہ سے ہلاک کی جاتی تھیں وہ سب برائیاں ہم میں موجود ہیں۔ اس کے باوجود اگر اللہ ہمیں مہلت دے رہا ہے، دشمنوں سے بھی بچا رہا ہے تو ہمیں اللہ کے شکر گزار بندے بن جانا چاہیے۔ قرآن میں فرمایا:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝﴾ (ابراہیم) ''اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا اور اگر تم کفر کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بھی بہت سخت ہے۔''

ہم فتح کی خوشی منا رہے ہیں جبکہ امریکہ، اسرائیل اور انڈیا کو ایک پل کے لیے بھی سکون نہیں آئے گا جب تک کہ وہ اس شکست کا داغ دھونے کے لیے کوئی اقدام نہیں کریں گے۔

جنگ بدر کے بعد جنگ اُحد بھی آئی تھی جس میں مسلمانوں کو بہت نقصان اُٹھانا پڑا تھا۔ جیسے 1965ء کی جنگ کے بعد 1971ء کی جنگ بھی آئی تھی اور ہمیں نقصان اُٹھانا پڑا تھا۔ اسی طرح اب بھی ہمیں دھچکا لگ سکتا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''(اے مسلمانو!) اللہ نے تمہاری مدد کی ہے بہت سے مواقع پر اور (خاص طور پر) حنین کے دن، جب تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہو گیا تھا تو وہ (کثرت) تمہارے کچھ کام نہ آسکی اور زمین پوری فراخی کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ موڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔'' (التوبہ:25)

حالیہ معرکہ کے بعد ہم خوش ہو رہے ہیں، جبکہ امریکہ، اسرائیل اور انڈیا کو ایک پل کے لیے بھی سکون نہیں آئے گا جب تک کہ وہ اس شرمندگی کا داغ دھونے کے لیے کوئی اقدام نہیں کریں گے۔ اس کے لیے وہ کیا حیلے اور سازشیں کریں گے اس پر بھی ہماری نظر ہونی چاہیے۔ پہلگام واقعہ کو ہمیں ہلکا نہیں سمجھنا چاہیے۔ یہ سوچی سمجھی سازش تھی جس کے نتیجے میں بھارت بغیر ثبوت فراہم کیے پاکستان پر چڑھ دوڑا۔ یقیناً عالمی قوتوں نے اس کو مجبور کیا ہوگا۔ لیکن سب کو منہ کی کھانی پڑی۔ اب وہ سب قوتیں آرام سے نہیں بیٹھیں گی۔ یہ جنگ آگے بڑھے گی، اسرائیل کسی صورت پاکستان کو نظر انداز نہیں کرسکتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ گریٹر اسرائیل کے راستے میں آخری چٹان پاکستان ہے۔ اس خطے میں وہ جذبہ جہاد اور شوق شہادت موجود ہے جس سے باطل قوتیں خائف ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کافی عرصہ تک یہ کہتے رہے تھے کہ اسرائیل کے لیے پاکستان ناقابل برداشت ہے اور یہ بات اب سب کے سامنے آچکی ہے۔ اس نے عربوں کو فتح کر لیا اور پاکستان کے حوالے سے بھی وہ چاہے گا کہ پاکستان بھارت کے زیر نگیں آجائے۔

سوال: پہلگام واقعے کے بعد 10 مئی کو پاکستان کو بھارت پر جو جنگی برتری حاصل ہوئی ہے، آپ کیا سمجھتے ہیں کہ یہ برتری 28 مئی 1998ء کے ایٹمی دھماکوں کی مرہون منت ہے؟

آصف حمید: اس میں کوئی شک نہیں کہ ایٹمی قوت پاکستان کی سلامتی کے لیے ضروری ہے، دشمن اس سے ڈرتا ہے کہ کہیں ایٹمی جنگ شروع نہ ہو جائے لیکن حالیہ جنگ میں برتری پاکستان کو وار فیئر ٹیکنالوجی میں ترقی کی بدولت حاصل ہوئی ہے، ایٹمی ہتھیار آزمانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ ٹیکنالوجی میں ترقی کے لیے ہمیں کسی پر انحصار نہیں کرنا چاہیے۔ جیسا کہ امریکہ نے ایف 16 دیئے تھے لیکن وہ ہم کسی کے خلاف استعمال نہیں کرسکتے۔ یہ تو اللہ نے پاکستان کی مدد کی ہے کہ جو ہونڈا سی ڈی 70 کا انجن بھی چین سے منگواتا تھا اُسی پاکستان نے چین کے ساتھ مل کر جے ایف 17 تھنڈر طیارہ بنا ڈالا۔ اس کے بعد اب جے 10 سی اور سائبر ٹیکنالوجی میں بھی اللہ نے پاکستان پر اپنا فضل کیا۔ 2019ء میں جب ابھینندن چائے پینے آیا تھا تو اس وقت بھی ہمارے طیارے بھارتی معراج طیاروں کو دعوت پر بلا کر لائے تھے اور اپنی حدود کے اندر ایف 16 کے ذریعے انہیں مار گرایا تھا۔ تب انڈیا نے شور مچایا تھا کہ پاکستان نے ایف 16 طیارے استعمال کیے ہیں اور انہوں نے پاکستان کے ایف 16 طیارے گرانے کا بھی دعویٰ کیا تھا لیکن امریکہ نے گواہی دے دی کہ پاکستان کے پاس ایف 16 پورے ہیں۔

توصیف احمد خان: اب کی بار چینی بھی حیران ہیں کہ یہ سب ہم نے کیسے کیا۔ حالانکہ ٹیکنالوجی چین کی تھی۔ اپنا دماغ لگا کر ٹیکنالوجی کا صحیح استعمال بھی ہماری ایک کامیابی ہے جو اس جنگ میں سامنے آئی ہے۔

آصف حمید: سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم نے جب جواب دیا ہے تو فجر کی نماز پڑھ کر، اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے آپریشن شروع کیا ہے اور آپریشن کا نام بھی اللہ کے کلام سے لیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اللہ کی خصوصی مدد پاکستان کو حالیہ جنگ میں حاصل رہی ہے۔ تب ہی دنیا حیران ہے۔ پاکستان کو چاہیے کہ وہ ایک قدم مزید اُٹھاتے ہوئے پاکستان میں سوشل میڈیا کو بھی

کنٹرول کرے جو کہ ملک میں نفرتیں پھیلا رہا ہے۔ بھارت جیسے دشمن اس صورتحال سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ پاکستان کو اس محاذ پر بھی کام کرنا چاہیے۔ بھارت نے تو اپنے میڈیا کے ذریعے بھارتی عوام کو کنویں کا مینڈک بنا دیا ہے۔ انڈیا اپنے باطل نظریہ کو بھارتی عوام کے ذہنوں میں ٹھونس رہا ہے، یہاں تک کہ اس کے جو فوجی مرتے ہیں ان کو بھی وہ شہید کہتا ہے۔ حالانکہ شہادت ایمان کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ اگر انڈیا کفر پر ہوتے ہوئے اپنے عوام کو اس قدر گمراہ کر رہا ہے تو پاکستان کو چاہیے کہ اپنے عوام کی ذہن سازی ایمانی بنیادوں پر کرے۔ آج چین کے ماہرین بھی حیران ہیں کہ پاکستانیوں نے جس طرح ٹیکنالوجی کا استعمال کیا ہے اس طرح چینی بھی نہ کر سکتے۔ یہ صرف جذبہ ایمانی کی بدولت ممکن ہوا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

﴿أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي﴾ ''میں تو ہر پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب بھی (اور جہاں بھی) وہ مجھے پکارے' پس انہیں چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں' اور مجھ پر ایمان رکھیں۔'' (البقرہ:186)

اللہ نے جو انعام دیا ہے اس کے باوجود اگر ہم ناشکری کریں گے تو پھر قران مجید کہتا ہے:

﴿وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ ﴿٣٨﴾﴾ (محمد) ''اور اگر تم پیٹھ پھیر لو گے تو وہ تمہیں ہٹا کر کسی اور قوم کو لے آئے گا' پھر وہ تمہاری طرح نہیں ہوں گے۔''

اس لحاظ سے ضروری ہے کہ ٹیکنالوجی کے ساتھ ساتھ ہم ایمان میں بھی خود کو اپ گریڈ کریں۔

سوال: 28 مئی کو ہم یوم تکبیر مناتے ہیں۔ تمام ادارے اور تمام سکول، کالجز، یونیورسٹیاں اس دن بند رہتی ہیں۔ کیا اس سے یوم تکبیر کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے یا اس سے آگے بڑھ کر ہمیں نوجوانوں کی ایمانی اور اخلاقی تربیت بھی کرنی چاہیے تاکہ وہ حقیقی معنوں میں تکبیر کے تقاضے سمجھ سکیں اور ان پر عمل پیرا ہو سکیں؟

توصیف احمد خان: اس دن کا مقصد صرف تعطیل منانا ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ نے جو ایٹمی قوت دی ہے اس کی بدولت دشمن جارحیت کا ارتکاب کرنے سے پہلے سو بار سوچے گا۔ لیکن ہمیں چاہیے کہ صرف اسی پر انحصار نہ کریں بلکہ آگے بڑھ کر مزید دفاعی تدابیر اور ٹیکنالوجی اختیار کریں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اپنی نسلوں کو تاریخ سے بھی آگاہ کریں، انہیں دین کا علم بھی ہونا چاہیے تاکہ دنیا و آخرت کو اچھے طریقے سے سمجھ سکیں۔ اس کے علاوہ سائبر ٹیکنالوجی میں مہارت حاصل کرنی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں باقاعدہ پڑھایا جا رہا ہے کہ سائبر ٹیکنالوجی کس طرح استعمال کرنی ہے اور اس کے حملوں سے کس طرح بچنا ہے۔ صرف 28 مئی کا دن منانے سے کچھ نہیں ہوگا۔

سوال: ہم 28واں یوم تکبیر منا رہے ہیں۔ اس موقع پر تنظیم اسلامی کے اس پلیٹ فارم سے آپ پاکستان کی سیاسی اور عسکری قیادت کو کیا پیغام دیں گے؟

> **بھارتی حکومت اور میڈیا نے اپنے عوام کو کنویں کا مینڈک بنا ڈالا ہے، وہ اپنے ہلاک فوجیوں کو بھی شہید کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ شہادت صرف ان اہل ایمان کو حاصل ہوتی ہے جو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔**

آصف حمید: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ''اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا اور اگر تم کفر کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بھی بہت سخت ہے۔'' (ابراہیم:7) شکر کرنے کے تقاضے ناچ گانا یا میمز بنانا نہیں ہے، بڑے بڑے دعوے اور گھمنڈ کرنا بھی مسلمان کے شایان شان نہیں ہے۔ اللہ نے اگر اپنے سے کئی گنا بڑے دشمنوں پر فتح دی ہے تو رب کے آگے سجدہ ریز ہوں۔ سابقہ گناہوں کی معافی مانگیں اور توبہ کر کے سچے فرمانبردار مسلمان بن جائیں۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ ۗ﴾ (آل عمران) ''(اے مسلمانو! دیکھو) اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا۔ اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے (تمہاری مدد سے دست کش ہو جائے) تو کون ہے جو تمہاری مدد کرے گا اس کے بعد؟''

اس کے بعد سورۃ المائدہ کی اس آیت کو بھی مدنظر رکھیں:

﴿لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۖ﴾ (المائدہ:82) ''تم لازماً پاؤ گے اہل ایمان کے حق میں شدید ترین دشمن یہود کو اور ان کو جو مشرک ہیں۔''

اس وقت یہود و ہنود کا گٹھ جوڑ کھل کر سامنے آ گیا ہے۔ اسرائیل جو کچھ فلسطین میں کر رہا ہے وہی کچھ بھارت کشمیر میں کر رہا ہے۔ بھارت کے عوام کو بھی سمجھنا چاہیے کہ آر ایس ایس کا جو ایجنڈا بی جے پی لے کر چل رہی ہے یہ مستقبل میں ہندو کے لیے مصیبت بن جائے گا۔ جس طرح نیتن یاہو سے آج پوری دنیا نفرت کر رہی ہے اسی طرح بی جے پی کا ایجنڈا بھی بھارت کے ہندو کو دنیا میں تنہا کر دے گا۔ آج انڈیا کے لبرل بھی مودی سے تنگ آ چکے ہیں کیونکہ بھارت دنیا میں تماشا بن چکا ہے۔ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی سب سے پہلے مخالفت امریکہ نے کی تھی۔ لہٰذا امریکہ، بھارت اور اسرائیل پاکستان کے دشمن ہیں، ہمیں ان سے ہوشیار بھی رہنا ہوگا اور ان کے وار سے بچنے کے لیے بھرپور تیاری بھی کرنا ہوگی۔ آج اسرائیل کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ ایک دن جنگ ہونی ہے اور اسی تناظر میں ان کی تربیت بھی کی جا رہی ہے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنی نوجوان نسل کی بھی اسی سوچ کے تحت تربیت کریں کہ معرکہ حق و باطل ایک دن ہونا ہے اور ہمیں اللہ کے دین کے لیے لڑنا ہے۔ اگر ہم نعرہ تکبیر لگا کر میزائل فائر کرتے ہیں، قرآن کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں، دشمن کے خلاف آپریشن کا نام قرآنی الفاظ پر رکھتے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن کی تعلیمات پر عمل بھی کریں۔ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسلام کو نافذ کریں۔ سودی نظام کی صورت میں جو جنگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف ہم نے چھیڑ رکھی ہے اس کو ختم کریں اور حقیقی معنوں میں اللہ کے دین کے ساتھ کھڑے ہوں تو پھر دیکھیں کہ اللہ ہماری کس طرح مدد کرتا ہے۔ ۞

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

پروگرام کے شرکاء کا تعارف

1۔ آصف حمید: مرکزی ناظم سمع و بصر اور سوشل میڈیا، تنظیم اسلامی پاکستان

2۔ توصیف احمد خان: معروف صحافی، دانشور اور وی لاگر

میزبان: وسیم احمد: نائب ناظم مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان

اعتذار

ندائے خلافت کے شمارہ نمبر 19 میں پروگرام زمانہ گواہ ہے کی تلخیص میں تجزیہ نگار ملک شیر افگن کے تعارف میں ''ریٹائرڈ ایئر کموڈور'' لکھ دیا گیا تھا۔ جبکہ وہ ریٹائرڈ سکواڈرن لیڈر پاک فضائیہ ہیں۔ قارئین تصحیح نوٹ فرمالیں۔ شکریہ!

مغلوبِ گماں تو ہے

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

اکیسویں صدی کا آغاز بڑی گھن گرج کے ساتھ مسلم دنیا پر نائن الیون کی آڑ میں، ٹوٹ پڑنے سے ہوا تھا۔ مسلمان، امریکی صدر بش جونیئر کی چنگھاڑتی دھمکیوں بھری تقاریر سے دبک کر رہ گئے۔ مسلمان دہشت گرد اور جہاد دہشت گردی قرار پایا۔ اقوام متحدہ نے اس وقت امریکی لونڈی کا کردار ادا کرتے ہوئے پہلے افغانستان اور پھر عراق پر حملوں کی راہ استوار کی۔ شام نشانہ بنا اور عین غزہ کے سے حالات 2011ء کے بعد وہاں پیدا کیے گئے۔ اصطلاحات کی بوچھاڑ نے ہمیں دیوار سے لگا دیا۔ جمہوریت، روشن خیالی، اعتدال پسندی، آرٹ کلچر، رواداری، ڈائیلاگ، برداشت (Tolerance) پڑھا سنا کر ہماری گویا گردن بھی دبوچ لی۔ اس دوران مغربی روشن خیالی اور برداشت کا عملی مظاہرہ مسلم دنیا نے مغرب میں ملکوں ملکوں دیکھا۔ شانِ رسالتؐ میں بدترین گستاخیوں اور قرآن پاک جلانے کے لامتناہی سلسلوں نے 'رواداری' اور برداشت کا عجب منظر دکھایا۔ 2021ء تک دنیا بدل چکی تھی۔ حملہ آور امریکی اتحادی فوجیں تابوت اٹھائے ایک ایک کر کے رخصت ہوئیں۔ پھر امریکہ کو بھی شکست خوردہ، امریکی جھنڈا لپیٹے واپس جاتے دیکھا گیا۔

2023ء میں 7 اکتوبر طوفان الاقصیٰ شدید بگولوں کی صورت اٹھا اور دنیا ایک مزید نئے دور میں داخل ہو گئی۔ مظلوم فلسطینی 1948ء سے قابض اسرائیلی فوجوں کے ہاتھوں لامتناہی قتل و غارت گری اور مہاجرت، گھروں سے محرومی سہہ رہے تھے۔ مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس اسرائیلی آہنی پنجے تلے تھے۔ اچانک دبے پسے فلسطینیوں کے غیر متوقع اقدام نے اسرائیل کو باؤلا کر دیا۔ اور اب پونے دو سال سے تمام بین الاقوامی اصطلاحات، قوانین، ادارے سبھی کچھ زیر و زبر ہو گیا۔ فلسطین پر ایٹمی حملے سے کہیں زیادہ اذیت ناک، ہولناک درندگی اور وحشت کا ارتکاب ہوا۔ مگر کہیں دہشت گردی کا ذکر نہ آیا۔ اسرائیل لاشیں بھنبھوڑ کر، انھیں اعضاء سے محروم کر کے چیتھڑے ٹرکوں میں بھر کر پھینک گیا مگر وہ مہذب، روشن خیال، روادار، برداشت کا اعلیٰ نمونہ ہی رہا۔ وہی افغانستان پر سارا جدید اسلحہ آزمانے، جنازوں، باراتوں پر حملہ کرنے والے امریکہ نے اسرائیل کو اسلحے سے لاد دیا۔ 23 لاکھ غزہ کی آبادی پر امریکہ، بڑے یورپی ممالک نے جو بارود کی فراہمی کے تسلسل سے قیامت برپا کی، اس نے پوری دنیا پر دہلا ڈالنے والے حقائق کھول دیے۔ مسلم ممالک تو 2001ء سے جو سہمے تو آج تک چپکے بیٹھے اللہ کے احکام بھلا کر جہاد کو دہشت گردی گردانے کے خوف سے نہ نکلے! عقل کے اندھے بن کر امریکہ کی جی حضوری میں جو لگے تو نوبت یہاں تک آن پہنچی کہ اب خون آشام ٹرمپ پر کھربوں ڈالر برسائے۔ اسلامی روایات روند کر غزہ کی عورتوں، بچوں کے قاتل کو اپنی قوم کی بیویاں، بیٹیاں میزبانی، دل بہلاوے کو پیش کر دیں۔ یہ ضرور ہے کہ اس حالیہ جنگ میں دنیا بھر کے عوام جاگ اٹھے ہیں۔ سوشل میڈیا پر خلقِ خدا شرق تا غرب سراپا دشنام طرازی ہے۔ مسلمانوں کی غیرت (بہت سے ممالک میں جبر کی بنا پر عملاً کچھ نہ کر پائے بھی تو) آتش فشاں کی طرح ابل ابل پڑتی ہے۔ مغربی و دیگر غیر مسلم ممالک کا خصوصاً باشعور طبقہ مظاہروں، تقاریر، تحریروں کے ذریعے حقائق کھول کر بیان کر رہا ہے۔ سبھی حکمرانوں کو منہ چھپانا پڑتا ہے۔

اعلیٰ ترین یونیورسٹیوں میں کہرام مچا ہوا ہے۔ 'سلطانیٔ جمہور کا آتا ہے زمانہ' والی ایک نئی کیفیت پیدا ہو چکی ہے۔ بادشاہی اور فراڈ جمہوریت کا نقاب اُتر چکا ہے جہاں عوام کی سرے سے کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اسلام غزہ کی بنا پر مقبولیت پا رہا ہے۔ جو اللہ کی حکمرانی تلے عوام کے تحفظ کا حقیقی نظام ہے۔ جبکہ سرمایہ دارانہ نظام سب پیسے کا کھیل ہے۔ عوام کو ٹیکسوں سے نچوڑا جاتا ہے۔ حکمران جمہوریت کے نام پر پیسہ لگا کر کرسیوں پر براجمان ہوتے اور اربوں میں کھیلتے ہیں۔ تعیش بھری اپنی زندگی اور ظلم و جبر بھری دنیا کے عوام کی زندگی میں آگ بھرنے اور زہر گھولنے کے ذمہ دار یہی ہر ملک کے فراعنہ اور نمارود ہیں۔

نہایت چابک دستی سے، ''عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے'' کے جھانسے میں جمہوریت ایک نہایت مہنگا کھیل ہے۔ 5.5 ارب ڈالر امریکی 2024ء کے انتخابات پر خرچ ہوئے۔ کمالا ہیرس کو 56 فی صد بڑی مچھلیوں (روساء) سے حاصل ہوا جبکہ ٹرمپ کی 68 فیصد مدد روسائے اعظم بشمول ای لون مسک سے حاصل ہوئی۔ سوکون سے عوام اور کیسی جمہوریت۔ دن پھرے ہیں فقط وزیروں کے، والی کہانی جو امریکہ میں ہے وہی ہماری بچہ جمہورا نام نہاد جمہوریت میں ہے۔ وہاں بھی سینیٹر اسی طرح کرسی تک پہنچتے ہیں۔ مثلاً امریکی سینیٹرز نے 1.38 ارب ڈالر اپنے انتخابات کے لیے مہیا کیے…… سو سرمایہ دارانہ نظام کی حکمرانی میں پیسہ بولتا ہے۔ تمام تر اصطلاحات اسی طرح کھل کر اندر سے کریہہ صورت سامنے ہیں۔ غزہ نے اخلاق و کردار کا گھناؤنا پن کھول کر رکھ دیا ہے۔ خود اہل غزہ، ایمان، اسلام، صبر و ثبات، حق کی پہچان دنیا کو دینے میں کامیاب ہو چکے۔ آخرت کو باذن اللہ کما ہی چکے۔ دنیا بھر میں کفر کے جھوٹے پراپیگنڈے طشت از بام کر دیے۔

نیتن یاہو اور اس کی درندگی پر دنیا دیوانی ہو کر رو اور کراہ رہی ہے۔ دلوں کا قرار بھی عوام کا شرق تا غرب لٹ چکا ہے۔ گزرتے وقت، تمام تر سہولتوں کا غزہ سے مکمل چھن جانا، سب کے باوجود حیرت انگیز، دم بخود کر دینے والے صبر جمیل کے صحابہ کرامؓ جیسے نمونہ ہائے عمل دلوں کی دنیا میں فتوحات کے جھنڈے گاڑ رہے ہیں۔ بچوں کی ڈاکٹر آلاء النجار کا یک بیک وحشی اسرائیلی بمباری سے 7 بچوں کی جلی ہوئی لاش وصول کرنا۔ ایک بچہ اور ڈاکٹر باپ جل کر زخمی انتہائی نگہداشت میں داخل، دو بچے لاپتہ! مگر ڈاکٹر الاء، مکمل باپردہ حافظہ قرآن زیرِ لب قرآنی آیات، اللہ سے راز و نیاز کرتی بے مثل، باوقار صبر و ثبات، اللہ کی رضا پر راضی ہے۔ بہن نے اس سے کہا آلاء بچے چلے گئے ہیں۔ جواباً قرآن کی آیت سناتی ہے۔ '(نہیں!) بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے حضور رزق پا رہے ہیں'۔ نیتن یاہو اور مودی شکست خوردہ ہیں۔ فتح یابی مال و اسباب، اسلحے، فوجوں کی کثرت اور درندگی کی صفات کی فراوانی سے نہیں، اخلاق و کردار، رب کائنات پر ایمانِ کامل، صبرِ جمیل اور آخرت، حسنِ خاتمہ کی خاطر اپنا سب کچھ لگا جھونک دینا اصل فتح ہے! اور اہل ایمان کے پاس ہر جا یہ جذبے آج بھی زندہ و فراواں ہیں۔

سرمایہ داروں کا عوام کی خون پسینے کی کمائی اپنے عیش و عشرت اور فخر و تکبر پر لٹانا چند روزہ زندگی میں بھی تباہی لاتا ہے (یہودی شیرون اور اب بائیڈن پھیلے کینسر میں گھرا، غزہ پر موت برسانے میں شراکت کار۔) اور آخرت ہولناک بناتا ہے۔ یہاں ایک اور جلا ہوا فلسطینی باپ، جس کے بیوی بچے، والدہ سب شہید ہو گئے نیتن یاہو کی فوج کے شعلوں میں، قابل دید ہے۔ مسکرا مسکرا کر کہتا

ہے۔' ایک باپ اپنی اولاد کو بہترین آرام دہ مستقبل دینے کے لیے جدوجہد کرتا ہے۔ الحمدللہ میرے گھر والوں کو وہ مل گیا۔ اونچی جنتوں میں دائمی زندگی...... میں بھی وہیں جاملوں گا!'

'یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے۔'

مستقبل، مسلمانوں کے کھربوں پر ڈاکا مار کر عالمی حکمرانوں کا اپنی حکومتوں، سیاستوں کی سیج سجانا نہیں ہے۔ حقیقی، اُخروی مستقبل کی کہانی اہل غزہ سے پوچھو! یحییٰ سنوار کا چھوٹا سا گھر جس میں مہمانوں کی گنجائش بھی بمشکل تھی۔ جبکہ یحییٰ حکومتِ غزہ کا سربراہ تھا۔ جب متوجہ کیا گیا تو کہنے لگے۔ مہمانوں کے لیے دفتر حاضر ہے۔ میرا ایمان ہے کہ یہاں گھر جتنا چھوٹا ہوگا، آخرت کا گھر اتنا ہی بڑا ہوگا! اسی لیے یہ سب بے قرار رہتے ہیں اپنے اصل گھر جانے کو۔ ہم نے دنیا آباد اور آخرت برباد کر رکھی ہے سو آبادی سے ویرانے میں جانے سے گھبراتے ہیں! جدائی پر بین ڈالتے دھاڑیں مارتے ہیں۔ اہلِ غزہ جانے والوں پر مطمئن و پرسکوں شاداں و فرحاں رہتے ہیں! بات تو ایمان کی ہے!

پاکستان کو بھی اب 3 روزہ جنگی جھڑپ کی کامیابی منائے چلے جانے سے نکل کر فوری مودی کے برے عزائم سے نمٹنے کی تیاری، اندرونی مسائل مدبرانہ، متحمل انداز میں سلجھانے اور رجوع الی اللہ کی ضرورت ہے۔ کامیابی اسی ذات سے وابستہ ہے! یہ امر نہایت افسوسناک ہے کہ اللہ کی غیر معمولی مدد سے ہم فتح یاب ہوئے اور ساتھ ہی ہم نے پی ایس ایل میں شرمناک، حیا سوز رقص و سرود سے اللہ کی ناراضگی مول لی۔ یہ غیر معمولی طوفان بلا سبب نہیں!

پریس ریلیز 30 مئی 2025ء

شجاع الدین شیخ

ذوالحجہ کی مبارک ساعتوں میں عازمینِ حج غزہ کے مظلوم مسلمانوں کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ مسلم ممالک کے سربراہانِ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں خصوصی کانفرنس کا انعقاد کر کے اسرائیلی مظالم کے خلاف عملی اقدامات کا اعلان کریں

ذوالحجہ کی مبارک ساعتوں میں عازمینِ حج غزہ کے مظلوم مسلمانوں کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ مسلم ممالک کے سربراہان حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں خصوصی کانفرنس کا انعقاد کر کے اسرائیلی مظالم کے خلاف عملی اقدامات کا اعلان کریں۔ ان خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ دنیا بھر سے لاکھوں کی تعداد میں عازمین حج مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں موجود ہیں اور ذوالحجہ کے پہلے عشرہ کی بابرکت ساعتوں میں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مبارک عشرہ میں دنیا کے ہر کونے سے لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کا نعرہ بلند کر کے اللہ وحدہ لاشریک کی کبریائی کا اقرار کیا جاتا ہے۔ انہوں نے اپیل کی کہ دنیا بھر کے مسلمان خصوصاً حجاج کرام غزہ کے مسلمانوں کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں جن پر ناجائز صیہونی ریاست اسرائیل کی گزشتہ 19 ماہ سے جاری مسلسل وحشیانہ بمباری کے باعث عورتوں اور بچوں سمیت 60 ہزار سے زائد مسلمانوں شہید ہو چکے ہیں اور اب اسرائیل امریکہ کی مکمل معاونت کے ساتھ غزہ میں بھیجے جانے والے امدادی سامان کو روک کر قحط کی صورتحال پیدا کر رہا ہے تاکہ غزہ کے مسلمانوں کی نسل کشی کی جائے۔ انہوں نے مسلمان ممالک کے سربراہان اور مقتدر حلقوں کی غیرتِ ایمانی اور حمیتِ دینی کو جگاتے ہوئے کہا کہ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں ایک خصوصی کانفرنس کا انعقاد کر کے اسرائیل اور اس کے معاونین کے خلاف عملی اقدامات کا اعلان کیا جائے۔ مسجدِ اقصیٰ کی حرمت کی پامالی کو روکنے کے لیے لائحہ عمل ترتیب دیا جائے اور کشمیر سمیت دنیا بھر میں جہاں بھی مسلمان ظلم کا شکار ہیں ان کی دادرسی کی جائے۔ امیر تنظیم نے وفاقی دارالحکومت میں فلسطینی ڈاکٹر آلاء النجار کے 9 بچوں کی صیہونی درندوں کے ہاتھوں شہادت پر تعزیتی و احتجاجی کیمپ پر قانون نافذ کرنے والے اداروں کا دھاوا اور پُرامن احتجاج کرنے والوں پر، جن میں جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے سابق سینیٹر مشتاق احمد خان صاحب کی اہلیہ اور بیٹی بھی شامل تھیں، اسلام آباد پولیس کا وحشیانہ حملہ کر کے اُنہیں گرفتار کر لینا انتہائی قابلِ مذمت ہے۔ انہوں نے سوال اٹھایا کہ اسرائیل کے معاون بھارت کے خلاف آپریشن ''بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ'' کرنے والی حکومتِ پاکستان کی نظر میں کیا غزہ کے مظلوم مسلمانوں کے حق میں احتجاج کرنا اب جرم بن چکا ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ یہود و ہنود کا گٹھ جوڑ ایک کھلی حقیقت ہے۔ پاکستان کی دشمنی میں بھارت اور اسرائیل یک جان ہیں، جس کا برملا اظہار ایک عرصہ سے دونوں کے اعلیٰ عہدیداران کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ یوم تکبیر کے تقاضوں کو صحیح معنوں میں پورا کرتے ہوئے پاکستان میں اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کا نفاذ کیا جائے تاکہ تمام دشمنوں کو دندان شکن جواب دیا جاسکے، عوام کو سیاسی، معاشی اور معاشرتی سطح پر عدل بھی میسر آئے اور ہم دنیا و آخرت دونوں میں سرخرو ہوسکیں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

غلبۂ اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں | تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ **میثاق** لاہور — اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ جون 2025ء — ذوالحجہ ۱۴۴۶ھ

مشمولات

☆ عرضِ احوال: سفید جھنڈے اور کالے جھنڈے! — رضاء الحق
☆ درسِ قرآن: سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ (۲) — ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ تذکرہ و تبصرہ: عورت جنسِ تجارت نہیں ہے!
اسرائیل نواز کمپنیوں سے معاہدے؟ — شجاع الدین شیخ
☆ دعوتِ فکر: .... ہاں باقی وہ رہ جائے گا! — ایوب بیگ مرزا
☆ ہماری دعوت: جاہلیتِ جدیدہ کے خلاف جہاد بالقرآن — ڈاکٹر انوار علی
☆ تفکر و تدبر: حقیقتِ عملِ صالح — محمد رشید عمر
☆ ارکانِ اسلام: حج کے روحانی ثمرات — احمد علی محمودی
☆ انوارِ ہدایت: علالت اور عیادت — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

☆ صفحات: 84 ☆ قیمت فی شمارہ: 50 روپے ☆ سالانہ زرِ تعاون (اندرونِ ملک) 500 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور — K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-35869501(042)
maktaba@tanzeem.org — 0301-1115348

ادارہ ''ندائے خلافت'' کی جانب سے قارئین کو

عید الاضحیٰ مبارک ہو!

قارئین نوٹ فرمالیں کہ تعطیلات کی وجہ سے ادارہ کے دفاتر بند رہیں گے۔

بنا بریں ''ندائے خلافت'' کا اگلا شمارہ عید کے بعد شائع ہوگا۔

نصب العین کا ہدف: شخصیت یا نظریہ

ابو عمر

اس دنیا میں ہمارا مقصد پیدائش اللہ کی عبادت کرنا ہے جو کل وقتی ہو لیکن جب ایک فرد اس نصب العین کو بھلا دے تو اس کی زندگی کٹی پتنگ بن جایا کرتی ہے۔ اسی طرح جب کوئی قوم اپنے مقصد کو بھلا دے تو وہ بھی دنیا میں ترقی نہیں کر سکتی۔ پھر افراد کے ہاتھوں میں اقوام کی تقدیر کے مصداق ہمیں فرد کی اصلاح پر توجہ دینی ہوگی۔ انسان کا المیہ یہ رہا ہے کہ وہ کوئی ظاہری معبود کی خواہش رکھتا ہے۔ ان دیکھے خدا سے کیوں کہ۔۔۔۔۔ اسی تناظر میں انسان نے ہمیشہ سے سورج، چاند، خود تراشیدہ صنم اور دیگر مظاہر قدرت کو معبود بنانے کو ہی معراج سمجھا۔ حالانکہ انبیاء کی دعوت پالینے کے باوجود بھی بنی اسرائیل نے ظاہری معبود کی صرف خواہش کا اظہار ہی نہیں کیا بلکہ گائے کی شکل میں ایک بت تشکیل بھی دے دیا۔

شخصیت پرستی کسی بھی قوم کے لیے زہر قاتل ہوا کرتی ہے جبکہ قوموں کے عروج کے لیے انہیں کسی نصب العین سے جوڑنا ضروری ہوا کرتا ہے، یہ نصب العین جتنا بلند ہوگا، اتنا ہی اس سے جڑے افراد کی زندگی بہتر ہوگی۔ قوموں کے مزاج میں شخصیت پرستی انسان کی اپنی داخلی خواہشات کے علاوہ قبائلی و بادشاہی نظام کا شاخسانہ بھی ہے۔ قرون اولیٰ میں اگر نمرود و فرعون، سکندر اعظم اور چنگیز خان وغیرہ نظر آتے ہیں تو بادشاہی نظام اور نوآبادیاتی نظام کے جانے کے بعد اگرچہ سیاسی جماعتیں وجود میں آ گئی تھیں لیکن ہٹلر اور مسولینی کی شکل میں دنیا میں فرد واحد کا تسلط نظر آتا ہے۔ غیر مسلم اقوام کے ساتھ اس نظریہ کو مسلم معاشرہ نے بھی قبول کیا جہاں ہمیں رضا شاہ پہلوی، شاہ سعود، جمال عبدالناصر، عبدالحکیم عامر، یاسر عرفات، صدام حسین، معمر قذافی، حافظ الاسد کی صورت میں مسلمان شخصیتوں کے سحر میں گرفتار نظر آئے جس کے باعث یہ ممالک بے پناہ قدرتی وسائل رکھنے کے باوجود نہ تو اس امت کے اصل کام کی طرف اپنے ممالک کو متوجہ کر سکے نہ ہی اپنے قلب میں موجود اسرائیل کی ریشہ دوانیوں سے بیت المقدس کو واگزار کرا سکے۔ ان مضبوط اور طاقتور افراد نے اپنی قوموں کو امت مسلمہ سے جوڑنے کی بجائے ذاتی نمود و نمائش اور اپنے اقتدار کو دوام حاصل کرنے میں مصروف رکھا۔

پاکستان کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہاں بھی معاملہ مختلف نہیں ہے۔ اگرچہ قائد اعظم نے اپنی شخصیت میں موجود ایک غیر متزلزل عزم و ارادہ کی بنیاد پر انگریزی استعمار سے ایک طویل قانونی جنگ لڑ کر آزادی حاصل کی تھی لیکن انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں میں مسلم قومیت پرستی کو ہی اجاگر کیا۔ یقینی طور پر اس کے پس منظر میں علامہ اقبال کا نظریہ اور تصور امت موجود تھا جس کے باعث قرارداد پاکستان پیش ہونے کے صرف 7 سال کے عرصہ میں قائد اعظم نے جدوجہد میں کامیابی حاصل کی۔

قائداعظم اور لیاقت علی خان کے بعد یہاں پر چار آمرانہ ادوار آئے لیکن اس شخصیت پرستی کے معاملہ میں کئی سیاسی جماعتوں نے بھرپور حصہ ڈالا اور اپنی جماعتوں کو نظریاتی طور پر مضبوط کرنے کے بجائے اپنی شخصیت کو ہی اپنے ماننے والوں کے ذہن میں قابل قبول اور ماورائے تنقید ہونے کا نظریہ پروان چڑھایا۔ اگرچہ ہمارا دین ہمیں فقط ایک ہی شخصیت کی اتباع کرنے کی تلقین کرتا ہے ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:21) کی صورت میں قرآن یہی تعلیم دیتا ہے لیکن مسلمان حکمرانوں اور رہنماؤں نے اپنی ذات کو مرکز نگاہ بنایا جس کا انجام یہ ہوا کہ چاہے کسی سیاسی جماعت کا رہنما ملک دشمنی پر بھی اُتر آئے تو اس کے ماننے والے اس کے ہر عمل کو جائز قرار دیتے ہیں، بات صرف عوام الناس کی نہیں بلکہ اچھے خاصے سمجھدار، تعلیم یافتہ، دانشور حضرات بھی شخصیت کے سحر میں اس طرح گرفتار ہوتے ہیں کہ اپنے رہنما کی ہر جائز اور ناجائز بات پر آمنا وصدقنا کہتے ہیں اور اس کے ہر عمل کی تاویل تاریخ ہی سے نہیں بلکہ قرآن وحدیث سے دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ پاکستان میں اس کی مثالیں شیخ مجیب الرحمٰن، ذوالفقار علی بھٹو، الطاف حسین، نواز شریف اور عمران خان کی شکل میں موجود ہیں۔ انتہا یہ ہے کہ ان رہنماؤں میں سے کسی نے ملک توڑنے کی سازش کی اور غیر ملکی قوتوں کا آلہ کار بنا تو پھر بھی اسے ''قوم کے باپ'' کا مقام مل گیا، کسی نے اگر یہ کہا کہ ''ہاں پیتا ہوں مگر تھوڑی سے'' تب بھی حرام کام کا اعتراف کرنے پر اس کے ماننے والوں نے اس کو معصوم عن الخطا کا درجہ دیا، کوئی لیڈر یہ کہے کہ ہم فوج کو محب وطن نہیں مانتے اور اب ملک کو قربانی کی ضرورت ہوگی تو کوٹا سسٹم کے مطابق دیں گے تو بھی ان کے ماننے والوں نے اس کی شبیہ حجر اسود میں دیکھنا شروع کر دی اور یہ نعرہ لگایا گیا کہ ''ہمیں منزل نہیں رہنما چاہیے''، کوئی لیڈر خفیہ طور پر معاہدہ کر کے قوم کو مسائل کے گرداب میں چھوڑ کر ملک سے چلا جائے تو بھی اس کے چاہنے والے اسے مسیحا کے طور پر پیش کرتے ہیں، اگر کسی کا کوئی لیڈر اعلانیہ حرام معاملات میں ملوث رہے غیر ملکی قوتوں کا آلہ کار بن جائے، عدلیہ اور پارلیمنٹ کو پیر کی جوتی بنا کر رکھے، ملکی ہی نہیں بلکہ امریکہ کی عدالت سے سزا یافتہ ہو، اور کرپشن کرنے میں اور ذاتی منفعت کے حصول کے لیے ملک کی عزت وغیرت کا جنازہ نکال دے لیکن اس کے ماننے والے یہی کہتے رہیں کہ ''اگر وہ نہیں تو پاکستان بھی نہیں''۔

یہی وہ وجوہات ہیں جن کے باعث پاکستانی عوام نہ تو مسلم قوم بن سکی اور نہ ہی حقیقی معنوں میں پاکستانی بن سکے۔ ہمیں اس کی مثال تازہ ترین واقعہ سے ملتی ہے کہ جب بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا تو ایک مخصوص جماعت کے افراد نے ہندوستان کو اسی انداز سے خوش آمدید کہا جس طرح 1971ء میں بنگالی عوام نے ہندوستان کے لیے استعمال ہو کر اس کی افواج کو خوش آمدید کہا تھا جس کا احساس بنگلہ دیش کے عوام کو 55 سال گزرنے کے بعد ہوا ہے۔ آج اسی ہستی کے مجسمے بنگلہ دیش کی شاہراہوں سے گرائے جا رہے ہیں اس کے گھر پر حملہ کر کے آگ لگائی جا رہی ہے جسے بنگلہ بدھو کا خطاب دیا گیا تھا۔ لیکن

اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئیں کھیت

بالکل اسی طرح آج ایک رہنما کے ماننے والے ہندوستان کی فوج کے انتظار میں دیدہ و دل فرش راہ کیے بیٹھے ہیں۔ ان کے لیڈر برملا یہ گمراہ کن پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ ہمارے پاس اسلحہ ختم ہو گیا ہے۔ ہمارے پاس ٹینکوں میں ڈالنے کے لیے تیل نہیں ہے۔ ہماری فوج کی پشت پر عوام موجود نہیں ہے۔ لیکن یہ تمام باتیں برسرعام کرنے کے باوجود اس لیڈر کے ماننے والے دانشور حضرات، تعلیم یافتہ افراد، سوچنے سمجھنے والے افراد بھی ان تمام واقعات کو پس پشت ڈال کر ان پر کوئی تنقید برائے اصلاح کرنے کے بجائے موجودہ حکمرانوں پر اس بات کی تنقید کر رہے ہیں کہ انہوں نے میدان میں جیتی ہوئی جنگ میز پر ہار دی ہے۔ گمراہ کن تجزیہ کر کے یہ ثابت کرنے کی

کوشش کر رہے ہیں کہ موجودہ قیادت نالائق و نااہل ہے۔ اس کی بجائے کہ وہ قوم کی رہنمائی کرتے کہ مشکل وقت میں قومیں یکجا کس طرح ہو جایا کرتی ہیں ان کا نشانہ حکمرانِ وقت ہیں۔ اگر ہم غیر جانبدارانہ انداز میں جائزہ لیں کہ مئی 2025ء میں تمام تر مشکل معاشی حالات اور بال بال قرض میں جکڑے ہونے کے باوجود پاکستان نے ہندوستان کو ایک بھرپور جواب دے کر اس ملک کو عراق، شام و لیبیا ہونے سے محفوظ رکھا لیکن وہ جو اس ملک کو سری لنکا دیکھنا چاہتے۔ اس کامیابی کا سہرا پوری قوم کو دینے کے بجائے ایک خاص ادارہ، افراد اور پارٹی کو دے کر یکجہتی کی فضا کو سبوتاژ کر کے دشمن کے ایجنڈہ کو تقویت دے رہے ہیں۔ قوموں کی تعمیر کے لیے شخصیت پرستی کی ضرورت کس حد تک پڑتی ہے تو ہم جان لیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے صحابہ کرامؓ میں ہر طرح کی مختلف صلاحیتوں کے افراد نظر آتے ہیں۔ کیا کبھی کسی نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت ابوبکرؓ سے کتنی احادیث مروی ہیں یا حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت ابوہریرہؓ نے کتنے غزوات میں تلوار کے جوہر دکھائے ہیں یا حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت بلالؓ نے غزوۂ تبوک کے وقت کتنے مال کا انفاق کیا تھا۔ درحقیقت ہر فرد کا اپنا ایک شاکلہ ہے جس کے مطابق ہر ایک اپنے انداز سے کام کرتا رہا ہے کامل شخصیت صرف اللہ کے رسول ﷺ کی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہر فرد کو مختلف صلاحیتوں سے نوازا ہے اور جب ان مختلف النوع افراد کو ایک لڑی میں پرولیا جائے تو وہ یک جان ہو کر ایک مٹھی بن جاتے ہیں، جس کا فائدہ دین اور ملک کو ہوگا۔ اسی طرح سے پاکستان میں اگر ہمارے لیے کوئی مقصد ہو سکتا ہے تو وہ یہاں اللہ کے دین کے نفاذ کی جدوجہد ہے جس کے لیے ہم نے یہ ملک حاصل کیا تھا اور اس سے قبل اس ملک کی حفاظت بھی ضروری ہے کیونکہ ملک ہوگا تب ہی یہاں دین کا نفاذ ہوگا۔ لہٰذا ہماری توجہ اس جانب ہو، ہم شخصیت پرستی کو چھوڑ کر نظریہ اور مقصد کی طرف توجہ دیں۔ جب ہم کسی شخصیت کو مرکز نگاہ بنائیں گے، اس کے جائز و ناجائز افکار کی پیروی کریں گے تو نتیجتاً اس شخصیت کے چلے جانے کے بعد ہم اپنے راستہ کھو دیں گے جبکہ کسی نظریہ کے ساتھ تعلق مضبوط ہوگا تو جان لیں کہ نظریہ تا ابد موجود رہے گا۔ یہی سبق ہمیں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اس خطبہ سے ملتا ہے جو انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد دیا تھا کہ جان لو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

لہٰذا اس وقت ہمیں قوم پر حقیقی ایمان کی محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ لوگوں کو قرآن سے جوڑیں، توحید کے ساتھ جوڑیں، قلوب و اذہان کی صفائی پر توجہ دیں۔ عوام الناس کو تربیت دیں کہ وہ اپنے اعمال کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا اور اُخروی نجات کے مطابق بنائیں۔ ہر عمل نصب العین کے مطابق ہو، اسی جانب پیش قدمی کرنے والا ہو۔ اس کی بجائے اگر ہم اپنے اعمال اور روزمرہ زندگی کو دنیاوی مفاد، محض اپنی سیاسی جماعت، اپنی دینی مذہبی وابستگیوں اور پسند و ناپسند، اپنے کاروبار یا اپنے خاندان کی ترقی کی خاطر خرچ کریں گے تو اپنے مقصدِ حیات سے دور ہوتے چلے جائیں گے۔ ہمیں مسلسل یہ جائزہ لیتے رہنا ہے کہ ہمارا ہر اُٹھنے والا قدم کیا ہمارے اس نصب العین کے مطابق اُٹھ رہا ہے؟ اگر ایسا ہوگا تو اُخروی نجات کی منزل بھی ان شاء اللہ حاصل ہو سکے گی اور یہ افراد مل کر ایک ملت کی شکل بھی اختیار کر لیں گے۔

❀❀❀

رفقاء متوجہ ہوں — ان شاء اللہ

’’مسجد بنتِ کعبہ 866-N سمن آباد پونچھ روڈ، حلقہ لاہور غربی‘‘ میں
21 تا 27 جون 2025ء (بروز ہفتہ بعد نمازِ مغرب تا بروز جمعۃ المبارک 12 بجے)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:

☆ اسلام کا انقلابی منشور ☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ تنظیم اسلامی کی دعوت سہ ورقہ (عملی مشق)

زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں۔

اور

’’قرآن اکیڈمی 36-K ماڈل ٹاؤن، لاہور‘‘
27 تا 29 جون 2025ء (بروز جمعۃ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

ذمہ داران ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔ ☆ **منہج انقلاب نبوی ﷺ (صفحات: 1 تا 90)**

زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0300-8435160 / 042-37520902

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-(042)35473375

رفقاء متوجہ ہوں — ان شاء اللہ

’’جامع مسجد العابد وارڈ نمبر 7، حیات سرروڈ، گوجر خان (حلقہ پنجاب پوٹھوہار)‘‘ میں
22 تا 28 جون 2025ء (بروز اتوار نمازِ عصر تا بروز ہفتہ نمازِ ظہر)

مبتدی تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 051-3510334 / 0311-5030220

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-(042)35473375

اخبارِ اسلام

غزہ، اصل صورتحال کیا ہے؟ (بشکریہ: فرینڈز آف فلسطین)

- اسلامی تحریکِ مزاحمت حماس کا کہنا ہے کہ اب تک غزہ کے لیے کوئی انسانی امداد موصول نہیں ہوسکی۔ جو چند امدادی ٹرک کریم ابوسالم کے راستے پہنچے، انہیں کسی بھی بین الاقوامی ادارے نے وصول نہیں کیا، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عالمی امدادی نظام مکمل طور پر مفلوج ہے۔ اسرائیلی قیدی ''الیکزینڈر'' کی رہائی اور دوحہ میں بین الاقوامی وفود کی موجودگی کے باوجود اسرائیل کی طرف سے بمباری اور جارحیت میں اضافہ ظاہر کرتا ہے کہ نیتن یاہو امن عمل سے مخلص نہیں۔
- امریکی دارالحکومت واشنگٹن میں اسرائیلی سفارت خانے سے وابستہ دو اعلیٰ عہدیدار ایک مسلح حملے میں مارے گئے۔ یہ واقعہ اُس وقت پیش آیا جب وہ ایک یہودی میوزیم میں جاری تقریب میں شریک تھے۔ حملہ آور کی شناخت الیاس روڈریگز کے نام سے ہوئی ہے جس نے کارروائی سے قبل ''فریڈم فار فلسطین'' کا نعرہ پُرجوش آواز میں لگایا۔
- وزارت صحت غزہ کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق 7 اکتوبر 2023ء سے اب تک اسرائیلی جارحیت اور نسل کشی کی جنگ کی وجہ سے مجموعی طور پر 53901 افراد شہید ہو چکے ہیں جن میں سے بچوں کی تعداد 13503 تک پہنچ چکی ہے۔ اس میں ایک سال سے کم عمر کے شیر خوار بچوں کی تعداد 916 جبکہ 1 سے 5 سال کی عمر کے 4365 بچے، 6 سے 12 سال کی عمر کے 6101 بچے اور 13 سے 17 سال کے نوجوانوں کی تعداد 5124 ہے۔ مجموعی طور پر زخمی ہونے والوں کی تعداد 122593 ہے۔ 18 مارچ 2025ء کو جنگ بندی معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے 3613 مظلوم فلسطینیوں کو شہید اور 10156 کو زخمی کیا جا چکا ہے۔ بمباری سے تباہ شدہ شہر میں ہر طرف ملبے کے ڈھیر پڑے ہیں، فضا میں گرد، دھواں، بارود اور خون کی ملی جلی بو پھیلی ہوئی ہے۔ اب بھی متعدد افراد ملبے تلے دبے ہوئے ہیں یا سڑکوں پر پڑے ہیں جن تک ایمبولینس اور شہری دفاع کی ٹیمیں پہنچنے سے قاصر ہیں۔
- فلسطینی مرکز برائے اسرائیلی مطالعہ ''مدار'' نے امریکی ٹیکنالوجی کمپنی ''مائیکروسافٹ'' کے اسرائیلی فوج کے ساتھ تعاون کو بے نقاب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قابض اسرائیل کی جانب سے غزہ میں جاری قتل عام صرف ہتھیاروں اور گولیوں تک محدود نہیں بلکہ اب جدید ترین ٹیکنالوجی کو بھی فلسطینیوں کے خلاف ایک مہلک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ مائیکروسافٹ نے مصنوعی ذہانت کے نظام ''چیٹ جی پی ٹی 4'' کو قابض اسرائیلی فوج کے حوالے کیا ہے تاکہ وہ غزہ میں فلسطینیوں کی نگرانی، ڈیٹا کا تجزیہ اور اہداف کا انتخاب کرکے ان پر تیزی سے حملے کر سکے۔
- برطانوی وزیر خارجہ نے اسرائیلی جارحیت پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ نیتن یاہو فوری طور پر غزہ پر محاصرہ ختم کریں اور انسانی امداد کو داخل ہونے دیں۔ قابض اسرائیل کی موجودہ حکمت عملی نہ تو حماس کو ختم کرسکتی ہے اور نہ ہی سلامتی کی ضمانت دے سکتی ہے۔

مسلم دنیا سے متعلق دیگر ممالک کی اہم خبریں

- **ایران: جوہری تنصیبات پر کسی بھی اسرائیلی حملے کا ذمہ دار امریکہ ہوگا:** ایرانی وزیر خارجہ عباس عراقچی نے اقوام متحدہ کو خط لکھا ہے کہ ایران اپنی جوہری تنصیبات پر کسی بھی اسرائیلی حملے کا ذمہ دار امریکہ کو ٹھہرائے گا۔

روس سے 20 سالہ سٹریٹجک معاہدے کی پارلیمنٹ سے منظوری: ایرانی پارلیمنٹ نے ماسکو اور تہران کے درمیان 20 سالہ سٹریٹجک شراکت داری معاہدے کی منظوری دے دی ہے، جس میں دو طرفہ تعلقات کو وسیع کرنا اور دفاعی تعاون بڑھانا شامل ہے۔

- **مالٹا: فلسطینی ریاست کو تسلیم کرنے کا اعلان:** یورپی ملک مالٹا کے وزیر اعظم رابرٹ ابیلا نے کہا ہے کہ ہم انسانیت سوز المیے پر آنکھیں بند نہیں کر سکتے۔ فلسطین کو ریاست تسلیم کرنا اخلاقی ذمہ داری ہے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ اسرائیل فلسطین تنازع پر 20 جون کو ہونے والی اقوام متحدہ کانفرنس کے بعد فلسطینی ریاست کو تسلیم کرلیں گے۔
- **فرانس: پیرس میں اسرائیل کیخلاف مظاہرہ:** دارالحکومت پیرس میں غزہ میں اسرائیلی مظالم کے خلاف مقامی افراد کی بڑی تعداد فلسطینی پرچم لہراتے ہوئے اہم مقام پلیس دی ریپبلک پر چڑھ گئے اور ''فلسطین کو آزاد کرو'' کے نعرے لگائے۔
- **شام: ورلڈ بنک کا قرض سعودی عرب اور قطر نے ادا کردیا:** ورلڈ بنک نے اعلان کیا ہے کہ شام کا واجب الادا ڈیڑھ کروڑ ڈالر سے زائد کا قرضہ سعودی عرب اور قطر نے ادا کردیا ہے۔ شام اب مقروض نہیں رہا اور نئے قرضوں کے لیے اہل ہے۔
- **امریکہ: سلمان رشدی پر حملہ کرنے والے ہادی مطر کو 25 سال قید کی سزا:** ملعون ناول نگار سلمان رُشدی کو چاقو کے وار سے ایک آنکھ سے معذور کرنے والے شخص کو 25 سال قید کی سزا سنادی گئی۔ عدالت میں سماعت کے دوران ہادی مطر کو سلمان رشدی کے قتل کی کوشش کے جرم میں 25 سال اور ہینری ریز پر حملے کے لیے 7 سال قید کی سزا سنائی گئی۔ سلمان رشدی پر ہونے والے حملے کے وقت ہینری ریز اسٹیج پر موجود تھا۔
- **سعودی عرب: شاہ سلمان ذاتی خرچ پر ہزار فلسطینیوں کو حج کرائیں گے:** خادم حرمین شریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز نے ایک ہزار فلسطینی شہدا، قیدیوں اور زخمیوں کے اہلخانہ کو اپنے ذاتی خرچ پر حج کرانے کا اعلان کیا ہے۔
- **سعودی عرب: فلسطین کو ریاست تسلیم کرنے سے ہی امن حاصل ہوگا:** فلسطین پر ہونے والی بین الاقوامی کانفرنس کی تیاری کے اجلاس کے دوران سعودی عرب کے وزیر خارجہ شہزادہ فیصل بن فرحان نے کہا ہے کہ فلسطین کو ریاست تسلیم کرنے سے ہی امن حاصل ہوگا۔
- **لیبیا: 11 غیر قانونی سوڈانی پناہ گزین لیبیا جاتے پیاس سے جاں بحق:** صحرائے کبریٰ کی گہرائی میں گاڑی خراب ہوجانے کے باعث خواتین اور بچوں سمیت 11 سوڈانی پناہ گزین لیبیا پہنچنے کی کوشش کے دوران پیاس سے ہلاک ہوگئے۔ جبکہ 15 دیگر افراد کئی دنوں تک تشویشناک حالت میں رہے۔

تحقیق: خالد نجیب خان (معاون مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

نمازِ تہجد کی اہمیت وفضیلت

مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت تنظیم اسلامی

فرض نمازوں کے بعد نفل نمازوں میں سب سے زیادہ اہمیت وفضیلت تہجد کی نماز کی ہے۔ گو یا امت پر فرض نہیں ہے، مگر اس کی نوعیت صرف قانون کی حد تک ہے، خاص طور پر ان لوگوں کے حق میں جو عوام میں سے نہیں، بلکہ خواص میں سے ہیں۔ وہ جو شہادتِ حق اور اقامتِ دین کی جدوجہد کے علمبردار ہیں، وہ جن کی راہِ عمل رخصت کی نہیں، بلکہ عزیمت کی ہے۔

یہ نماز امت پر صرف اس لیے فرض نہیں کی گئی کہ یہ ایک غیر معمولی مشقت کا موجب تھی۔ اس کے باوجود قرآن مجید میں اس نماز کی جو ترغیب وتشویق نظر آتی ہے، وہ کسی اور نفل نماز کی نہیں۔ مثالی مومنوں کی صفات جب بھی بیان کی جاتی ہیں تو بات مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ اس طرح کے الفاظ نہ کہہ دیے جائیں:

﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ (السجدہ:16)

”(راتوں کو) ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں۔“

﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝﴾ (الذاریات) ”رات کا تھوڑا ہی حصہ ہوتا تھا جس میں وہ سوتے تھے۔“

مثالی مومن کی صفات سمجھنے کے لیے ہمیں نبی اکرم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ دینی ذمہ داریوں، بندگی رب، شہادتِ حق، اور اقامتِ دین کی جدوجہد کے تقاضے پورے کرنے کے لیے حضور اکرم ﷺ کو بعثتِ نبوی کے بالکل آغاز میں، جب کہ ابھی پنج وقتہ نماز فرض بھی نہیں ہوئی تھی، سورۃ المزمل میں یہ حکم دیا گیا تھا:

﴿قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝﴾ (المزمل) ”آپؐ کھڑے رہا کریں رات کو (نماز میں) سوائے اس کے تھوڑے سے حصے کے۔“

اس بات کی دلیل کہ حقیقتاً اقامتِ دین کی جدوجہد کے لیے آپ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا تھا، یہ ہے کہ آگے آیت نمبر 5 میں فرمایا گیا:

﴿اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝﴾ (المزمل)

”ہم عنقریب آپؐ پر ایک بھاری بات ڈالنے والے ہیں۔“

اس ”بھاری بات“ سے مراد رسالت، انذار وتبلیغ کی ذمہ داری ہے، جس کے بارے میں پہلا حکم سورہ المدثر کی ابتدائی آیات میں آیا تھا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝﴾ (المدثر) ”اے کمبل میں لپٹ کر لیٹنے والے (ﷺ)! آپؐ اٹھئے اور (لوگوں کو) خبردار کیجیے۔ اور اپنے رب کو بڑا کرو!“

یہ ہے وہ کٹھن ذمہ داری جس کے بارے میں سورۃ المزمل کی آیت ﴿اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝﴾ میں پہلے ہی اشارہ دے دیا گیا تھا۔ یعنی رسالت کی ان بھاری ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے نبی اکرم ﷺ کو مزید ریاضت کرنے کی ہدایت کی گئی کہ آپ ﷺ رات کا بیشتر حصہ اپنے رب کے حضور کھڑے ہو کر قرآن مجید پڑھنے میں گزاریں اور اس طرح قرآن کو زیادہ سے زیادہ اپنے اندر جذب کریں۔

درج بالا بیانات سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں کہ جو باحوصلہ، جواں ہمت افراد، نبی اکرم ﷺ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے، بندگی رب، انذارِ آخرت، اور اقامتِ دین کی جدوجہد کا ہراول دستہ بننے کا عزم بالجزم کریں۔ ان کے لیے اس قَوْلًا ثَقِيْلًا کو اٹھانے کی قوت برداشت پیدا کرنے میں نمازِ تہجد کو نہ صرف ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے بلکہ یہ لازمی بھی ہے۔

تہجد کی نماز کے لیے اہتمام

(1) رات کو اُٹھنے کی نیت اور پختہ ارادہ: سونے سے پہلے تہجد کے لیے اُٹھنے کی نیت کر لی جائے۔ الارم لگا لیا جائے یا کسی کو جگانے کے لیے کہہ دیا جائے۔ سونے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے کہ وہ تہجد کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت ابودرداء ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص اپنے بستر پر اس نیت سے آیا کہ وہ رات کو اٹھ کر نماز پڑھے گا، پھر اگر اس پر نیند کا غلبہ ہو گیا یہاں تک کہ صبح ہو گئی، تو اس کے لیے وہ لکھ دیا جاتا ہے جس کی اس نے نیت کی، اور اس کی نینداس کے رب کی طرف سے اس پر بخشش بن جاتی ہے۔“

(2) رات کو جلدی سونا: رات کا کھانا مغرب اور عشاء کے درمیان کھا لیا جائے۔ عشاء کی نماز کے بعد بلاوجہ دیر تک نہ جاگا جائے۔

(3) کم کھانا: زیادہ کھانے سے سستی بڑھ جاتی ہے اور نیند زیادہ آتی ہے۔ پیٹ میں گرانی رہتی ہے، جس کی وجہ سے تہجد کے لیے اُٹھنا مشکل ہو جاتا ہے۔

(4) زیادہ نرم بستر استعمال نہ کرنا: بہت نرم بستر نیند میں گہرا سکون پیدا کر دیتا ہے، جس کی وجہ سے تہجد میں اُٹھنا مشکل ہو جاتا ہے۔

(5) گناہوں سے اجتناب کرنا: نیکی کے راستے پر چلنے کے لیے گناہوں کو لازماً چھوڑنا ہوگا۔ گناہ، نیکی کے راستے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں، کیونکہ نیکی اور گناہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

(6) گھر میں ایک دوسرے کا تعاون: اگر گھر کے تمام افراد (شوہر، بیوی، والدین، اولاد) مل کر تہجد کے لیے اُٹھیں تو نہ صرف نمازِ تہجد ادا کرنا سب کے لیے آسان ہو جائے گا بلکہ یہ پورے اہلِ خانہ کے لیے باعثِ برکت بھی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے تمام رفقاء کو اُن خوش نصیب لوگوں میں شامل فرمائے جو قیام اللیل کا اہتمام کرتے ہیں اور اپنے پروردگار کی خاص عنایتوں سے سرفراز ہوتے ہیں۔ آمین!

گوشۂ انسدادِ سود

وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال اور ان کے جوابات

(گزشتہ سے پیوستہ)

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد جب اہلِ نجران حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پاس آئے تو انہوں نے بھی اس معاہدہ کی تجدید کر دی جو حضور ﷺ نے ان کے ساتھ فرمایا تھا' جس میں انہیں سود کھانے سے منع کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس معاہدہ کی تجدید کی صورت میں خلیفہ اوّل نے جو معاہدہ تحریر فرمایا اس میں لکھا گیا:

و فاءً لھم بکل ما کتب لھم محمد النبی ﷺ (کتاب الخراج لابی یوسف :89)

”(یہ عہد) ان تمام وعدوں کی تکمیل کے طور پر (کیا جا رہا ہے) جو محمد نبی ﷺ نے ان کے لیے تحریر فرمائے ہیں۔“

بحوالہ: ”انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال“ از حافظ عاطف وحید (جاری ہے)

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 1133 دن گزر چکے!

A Short Biography of Hazrat Aisha Siddiqa (رضی اللہ عنہا)

The Mother of the Believers

By: Zara Irfan

Hazrat Aisha Siddiqa (رضی اللہ عنہا) is known as the mother of the believers. She (رضی اللہ عنہا) was born in Makkah in the year 614 CE. Hazrat Aisha (رضی اللہ عنہا) was the daughter of the beloved companion of Hazrat Muhammad (ﷺ), Hazrat Abu Bakr Siddique (رضی اللہ عنہ). She (رضی اللہ عنہا) was the third and youngest wife of Prophet Muhammad (ﷺ). Her father Hazrat Abu Bakr Siddique (رضی اللہ عنہ) was the closest companion and most important supporter of Prophet (ﷺ). Amongst the wives of Prophet Muhammad (ﷺ), Hazrat Aisha Siddiqa (رضی اللہ عنہا) was the youngest. She (رضی اللہ عنہا) was married to Prophet Muhammad (ﷺ) at the age of six. Before the marriage with Hazrat Aisha (رضی اللہ عنہا) Prophet Muhammad (ﷺ) saw a dream about her in which an angel had presented something to Him (ﷺ) wrapped in silk. Holy Prophet (ﷺ) had enquired from the Angel what it was and he had said it was his wife. When he removed the silk cover, He (ﷺ) saw that it was Aisha (رضی اللہ عنہا). Prophet (ﷺ) used to receive revelation when He (ﷺ) was with Syeda Aisha Siddiqa (رضی اللہ عنہا). The Holy Prophet (ﷺ) spent the last few days of His blessed life in Aisha's (رضی اللہ عنہا) apartment and died in her lap. He (ﷺ) was buried in her apartment, which is still the only remaining room among the Prophet's (ﷺ) household.

When she (رضی اللہ عنہا) grew older she became the scholar, stateswoman and the major resource to all Muslims even today because she knew all of the Hadiths of Prophet Muhammad (ﷺ). Aisha (رضی اللہ عنہا) was blessed with an astonishing memory and never forgot something once she heard it. Hazrat Aisha (رضی اللہ عنہا) was the means of spreading knowledge of Qur'an and also the practices of Prophet Muhammad (ﷺ). She (رضی اللہ عنہا) learned directly from Holy Prophet (ﷺ) and used to practice it. Aisha (رضی اللہ عنہا) was very fond of playing with dolls and with her playmates when she was a child. Hazrat Aisha (رضی اللہ عنہا) was courageous and brave. She would go to battlefields just like in battle of Uhud carrying water in leather bags on her back to demolish the thirst of the fighting and injured Muslim soldiers. In the battle of trenches, when the Makkans had blockaded Madinah and an attack from the Jews was feared she would go around inspecting the plan of defense by the Muslims. She had sought permission of the Holy Prophet (ﷺ) to participate actively in the battles but was refused. She was delicate and the fear of Allah Almighty never left her heart. She used to keep herself busy in prayers. There are several occasions on which Ayahs of the Quran being revealed because of Aisha (رضی اللہ عنہا). One of them was when she (رضی اللہ عنہا) was maliciously accused by the hypocrites. Allah revealed verses 11- 21 of Surah an-Nur in her defense. She was a lively woman who stood for truth and justice. She was a fountain of knowledge to all who met her and remains so to those of us learning today about the religion Islam. Syeda Aisha Siddiqa (رضی اللہ عنہا) is a role model for women today and an excellent example to those who wish to use their vibrant personalities to better the ummah. She died on 17th Ramadan in the year 58 AH at the age of 66 in Madina. She was buried in Jannatul Baqi.

Courtesy:

https://www.quranreading.com/blog/a-short-biography-of-hazrat-aisha-ra-the-mother-of-the-believers

Vol: 34 Regd. No. C.P.L NO.114 No.21

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore